ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

مئی ۱۹۹۱ء

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

بے شک اللہ تعالیٰ نے (انسانوں میں سے) مجھے پسند کیا اور میرے لئے صحابہؓ کو چنا اور اُن صحابہؓ میں سے میرے وُزرا، خُسر، دَاماد اور انصار بنائے جو اُن کے بارے میں میرے حق کی حفاظت کریگا اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کریگا اور جو انکے بارے میں مجھے اذیّت دیگا اللہ تعالیٰ اسکو اذیّت دے گا.

آخر زمانہ میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو میرے صحابہؓ کو گالی بکیں گے بُرا بھلا کہیں گے، اور ان میں عیب نکالیں گے. ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور لوگوں کی طرف سے لعنت بَرسے گی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انکی توبہ قبول کریگا نہ فدیہ نہ عبادت.

خبردار! تُم نہ اُن کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا، نہ اُن کے ساتھ کھانا پینا نہ اُن کے ساتھ نکاح وغیرہ کرنا، نہ اُنکے ساتھ نماز پڑھنا اور نہ اُن کی نماز جنازہ پڑھنا ایسے لوگوں پَر لعنت جائز ہے.

کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۳۳
غنیتہ الطالبین (اردو) صفحہ ۱۶۸
از سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ

عمل! خُدارا عمل!

غافل یہ دنیا دارالعمل ہے۔ شکوہ، شکایت، آہ، فریاد کو یہاں کون سنتا ہے۔ مرنے کی تڑپ پیدا کرو تو زندہ رہ سکتے ہو۔ جوش کو چھوڑو ہوش سے کام لو۔ گل کی طرح خاموش رہ کر مصروفِ عمل ہو جاؤ۔ بلبل کی طرح محوِ نالہ و فغاں نہ رہ۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہم نہایت ہی ابتلاء و امتحاں کے وقت پیدا ہوئے ہیں۔ خوش قسمت ہے وہ جو آج اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی ہستی کو کھو دے، اور بد قسمت ہے وہ جو آج ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے۔ اگر جماعت موجود نہیں تو آؤ آج ہی بنالیں، اگر پہلے غافل رہے تو آج ہوشیار ہو جائیں۔ جماعت بنانے والا کام شروع کرنے والا ہمارا ہی وجود کیوں نہ ہو؟ یہ سعادت غیر کے حصہ میں کیوں آئے؟ ایک اولوالعزم انسان نے اپنے لئے سلطنت پیدا کی۔ کیا ہم کام کے لئے پریشانیوں میں الجھ کر رہ جائیں گے؟

کام کرنے کے لئے راہیں کھلی ہیں، خلوص و تڑپ کی ضرورت ہے چولہے میں آگ ہو تو روٹی پکائی جا سکتی ہے، سالن تیار کیا جا سکتا ہے اور پانی گرم ہو سکتا ہے۔ وہ کسی کی رہنمائی کا شرمندۂ احسان نہیں رہتا۔ خدارا! زبان بند کر، ہاتھ، پاؤں کو حرکت میں لا گھڑیاں نازک ہیں، اور دنیا تنگ ہو رہی ہے۔ عمل! خدارا عمل! ؎

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر، دفتر میں ہے

(مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ
فتنۂ ارتداد اور سیاسی قلابازیاں صفحہ ۶)

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

شوال المکرم ۱۴۱۱ھ
مئی ۱۹۹۱ء
جلد ۲ ● شمارہ ۵

رئیس التحریر: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری
مدیر: سید محمد کفیل بخاری

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ
مولانا حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ
مولانا محمد عبداللہ مدظلہ
مولانا عنایت اللہ چشتی مدظلہ
مولانا محمد عبدالحق مدظلہ

رفقاءِ فکر

سید عطاء المؤمن بخاری
سید عطاء المھیمن بخاری
سید عبدالکبیر بخاری
سید محمد ذوالکفل بخاری
سید محمد ارشد بخاری
سید خالد مسعود گیلانی
عبداللطیف خالد ● اختر جنجوعہ
عمر فاروق عمر ● خادم حسین
قمر الحسنین ● بدر منیر احرار

زرِ معاونت اندرونِ ملک

فی پرچہ	سالانہ
۶/= روپے	۶۰/= روپے

بیرونِ ملک: سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت، بنگلہ دیش، انڈیا، امریکہ، برطانیہ، تھائی لینڈ، ہانگ کانگ، برما، نائیجیریا، جنوبی افریقہ، شمالی افریقہ /۳۰۰ روپے سالانہ پاکستانی

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ [شعبۂ تبلیغ] عالمی مجلسِ احرارِ اسلام

دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان (پاکستان) فون: ۷۲۸۱۳

ناشر: سید محمد کفیل بخاری، پرنٹر: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نو پرنٹرز پرانی غلہ منڈی ملتان مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

آئینہ

اداریہ	مدیر	۳
تعزیت	"	۵
قصہ اس نماز کا ......!	مولانا عبدالحق	۷
نظریہ امامت	مولانا حکیم محمود احمد ظفر	۱۱
سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ	مولانا محمد مغیرہ	۱۸
اگر مرزا قادیان اس دور میں ہوتا؟	طاہر رزاق	۲۴
ربوہ (نظم)	شورش کاشمیری مرحوم	۲۹
حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ	مولانا قاضی محمد شمس الدین	۳۰
اسی کا نام ہے دنیا (نظم)	صوفی عنایت محمد پسروری رحمہ اللہ	۳۶
جماعتی زندگی کی جان	جناب محمد حسن چغتائی مدظلہ	۳۷
یوم مئی	ابرار جمال بیرسٹر	۴۱
زبان میری ہے بات ان کی	خادم حسین	۴۴
استحکام پاکستان	پروفیسر محمد صدیق	۴۹
یہ بھی ایک فن ہے خوشامد کرنا	وجاہت علی سندیلوی	۵۱
مجید لاہوری مرحوم	شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی	۵۳
کریما چچا	مجید لاہوری مرحوم	۵۶

دل کی بات

وزیرِ اعظم نواز شریف نے گذشتہ دِنوں قومی اسمبلی میں اپنی تقریر میں اعلان کیا کہ آئندہ "قرآن و سُنّت ملک کا سُپریم لا ہو گا"۔ اِس کے علاوہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ "میں بُنیاد پرست نہیں ہوں"۔ جہاں تک قرآن و سُنت کو ملک کا سُپریم لاء قرار دینے کا معاملہ ہے، جب تک اُس کا عملی مظاہرہ نہ ہو، اُس وقت تک اُس کے خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں ہوسکتے۔ اور نہ ہی اِسے کوئی غیر معمولی کارنامہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ فی الحال یہ زبانی جمع خرچ اور الفاظ کی جادوگری کے سوا کچھ نہیں۔ قیامِ پاکستان کے وقت بھی یہی کہا گیا۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں بھی یہ بات شامل ہے کہ ملک کے تمام قوانین مقررہ مدت میں اسلام کے سانچے میں ڈھال دیئے جائیں گے اور قرآن و سُنّت کے خِلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔ پھر ضیاءالحق شہید کے عہد میں "قرار دادِ مقاصد" کو آئین کا حِصّہ بنایا گیا۔ لیکن یہ چوالیس برس کا قصّہ ہے۔ دو چار برس کی بات نہیں۔ یہاں حکمرانوں اور سیاست دانوں نے اپنی اغراض کی دکان چمکانے کے لئے اِسلام کو بازیچۂ اطفال بنایا۔ اسلام کے نام پر حاصل کی گئی دھرتی پر سب سے زیادہ ظلم بھی اسلام پر ہی کیا گیا، وزیرِ اعظم نے یہ کہہ کر کہ "میں بنیاد پرست نہیں ہوں"۔

قوم کے اعتماد کو مجروح کیا ہے۔ اور خود اُن کی نیت اور خلوص پر شک ہونے لگا ہے۔ لوگ انہیں بھی سابقہ حکمرانوں کی قطار میں شمار کرنے لگے ہیں۔ وزیرِ اعظم نے یہ بات لاعلمی میں نہیں، شعوری طور پر کہی ہے جس کا واضح ثبوت اُن کی اِس "شعوری جہالت" پر بے نظیر بھٹو کا اظہارِ تحسین ہے۔ جناب وزیرِ اعظم! ہر مسلمان کی بُنیاد اسلام ہے اور یاد رکھئے پاکستان کی بُنیاد بھی اسلام ہے۔

مذہب بے زار، بے بنیاد، نام نہاد ترقی پسند اور دین دشمن طبقہ "بنیاد پرستی" کو بطور گالی استعمال کرتا ہے۔ آپ اپنی پوزیشن واضح کیجئے۔ کیا آپ نے بھی امریکی نوکری "پکّی" کر لی ہے۔ اور کیا اس قسم کے بیانات سے آپ کے اقتدار کو دوام حاصل ہو جائے گا۔ اِس وقت دنیا میں جہاں بھی مسلمان کفّار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے خِلاف مصروفِ جہاد ہیں۔ یورپی دنیا انہیں "بنیاد پرست" کی گالی دے کر جی ہلکا کرتی ہے۔ دراصل وہ اسلام کے اہم رکن "جہاد" سے خائف ہیں اور دنیا بھر کے مسلمانوں میں اپنی آزادی کے لئے جذبۂ جہاد کے بڑھتے ہوئے رجحان سے خوفزدہ ہیں۔ تمام بے بنیاد لوگ افغان مجاہدین، کشمیری مجاہدین اور فلسطینی مجاہدین کو بنیاد پرست

کہہ کر دراصل انہیں ظالم اور جارح قرار دیتے ھیں۔ دنیا کا ہر مسلمان بنیاد پرست ہے۔ اور ہمیں اپنے بنیاد پرست ہونے پر فخر ہے۔

سندھ کا مسئلہ :۔ سندھ کی موجودہ صورت حال ہر پاکستانی کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ اغواء، قتل، ڈاکہ روزمرہ کا معمول ہے ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۰ء تک چھ ہزار افراد نے اغوا کے بعد تاوان ادا کر کے رہائی پائی۔ دو سو افراد اس وقت بھی شر پسندوں کے قبضہ میں ہیں جنہیں گزشتہ پانچ ماہ سے پولیس رہا کرانے میں ناکام رہی ہے۔ تاوان ادا نہ کرنے پر ایک ہزار افراد قتل ہو چکے ھیں۔ ایک ہزار ڈاکوؤں پر مشتمل ڈاکوؤں کے ایک سو گروہ ہیں جبکہ پندرہ ہزار افراد بستیوں میں عام شہریوں کی طرح رہ کر ان کے لئے کام کرتے ہیں۔ رات کو ہر قسم کا کاروبار خصوصاً زراعت کا کام مکمل طور پر ختم ہے۔ لوگ گھروں سے باہر نہیں نکلتے۔ گزشتہ دو ماہ سے ٹریفک قافلوں کا نظام رائج ہے۔ قافلے پولیس کی نگرانی میں شاہراہوں سے گزرتے ہیں اس کے باوجود لوٹ لیے جاتے ہیں۔ ڈاکوؤں کو مجاہدین آزادی قرار دیا جا رہا ہے ـــ اب وہاں انہی کی حکومت ہے، دوسرے لفظوں میں ریاست کے اندر علیحدہ ریاست قائم ہے۔ جس نے حکومت کو بے بس کر دیا ہے یہ ایسے ناقابل تردید حقائق ہیں جو اندرون و بیرون ملک اخبارات و جرائد میں منظر عام پر آ چکے ھیں۔ اس کے باوجود حکومت کا دعویٰ ہے کہ سندھ میں امن و امان کی صورت حال بہتر اور تسلی بخش ہے۔ جبکہ حال ہی میں جاپانی طلبہ کو ڈاکوؤں سے جس طرح آزاد کرایا گیا ہے وہ حکومت کی بے بسی پر ایک بڑی شہادت ہے۔ پانی کا مسئلہ تو حل ہو گیا مگر عوام کے مسائل حل طلب ہیں۔ لوگ ہر اعتبار سے غیر محفوظ ہیں۔ عوام کے جان و مال کا تحفظ بھی حکومت ہی کی ذمہ داری ہے اس طرف توجہ نہ دی گئی تو یہ مسائل کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ بن سکتے ہیں

لے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

شریعت بل :۔ سرکاری شریعت بل قومی اسمبلی میں ہے اور سینٹ کا متفقہ طور پر منظور کردہ شریعت بل "کو ملا ازم" قرار دے کر مسترد کر دیا گیا ہے۔ جبکہ علماء کرام نے متفقہ طور پر سرکاری شریعت بل اس لئے مسترد کر دیا ہے کہ اس میں شریعت نام کی کوئی شئے باقی نہیں رہی۔ ہمیں یہ کہنے میں ذرا بھی خوف نہیں کہ جاگیرداروں، سرمایہ پرستوں اور بیوروکریسی کے روپ میں موجود "خنازیر و عبدالطاغوت" اس ملک میں نفاذ اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ جب بھی اسلام کی بات ہوتی ہے اور کوئی بہتر کام ہونے کے آثار ہویدا ہوتے ہیں تو یہ چوپائے " ملا ازم " کا شور برپا کر کے سارا عمل بگاڑ دیتے ہیں۔ شریعت کے باغیوں سے نفاذ شریعت کی توقعات وابستہ کرنا سب سے بڑی حماقت ہے نفاذ شریعت کا کام جب بھی ہوگا دین والوں

اور بنیاد پرستوں کے ہاتھوں ہی انجام پائے گا۔ اگر قرآن، حدیث اور سنت اور فقہ کی بات کرنا ملاازم ہے تو ہمیں اس پر فخر ہے۔ "ملاازم" کی اصطلاح کو استعمال کرنے والوں کو ملا کی پناہ میں بیٹھ کر اسلام کی مخالفت کرنے کی منافقانہ روش ترک کر کے اسلام کے ساتھ کھلی دشمنی کے اظہار کی جرأت پیدا کرنی چاہیے ہمارا حوالہ تو قرآن ہے مگر ان بے بنیاد لوگوں کا کوئی حوالہ نہیں۔ نفاذِ شریعت سے انحراف کرنے والے حکمران، ریڈیو ٹی وی، وی سی آر اخبارات اور دیگر ذرائع سے جو زہر پھیلا رہے ہیں، اس کے نتائج بھی سمیٹ رہے ہیں۔ ملک میں قتل و غارت گری، دہشت گردی، جنسی انارکی عام ہے اور گناہ مقدس ہو چکا ہے اخبارات میں آئے دن خبریں چھپتی ہیں کہ باپ نے بیٹی اور بھائی نے بہن کو بے آبرو کر دیا

یہ انہی ذرائع ابلاغ کا کرشمہ نہیں تو اور کیا ہے؟

پاکستان کے ایک ذمہ دار اور غیرت مند مسلمان شہری کی حیثیت سے ہم ان امور سے صرفِ نظر نہیں کر سکتے۔ جب تک زندہ ہیں منکرات و فواحش کے خلاف اپنی تمام قوتیں استعمال کریں گے ہمارا فرض ہے کہ پاکستان میں اسلام کے علاوہ کسی دوسرے نظام کو نافذ نہ ہونے دیں۔ یہی ہماری پہچان ہے ہمیں اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ حکمران، ہمارے بارے میں کیا سوچتے ہیں ہم سیاہ کو سفید کہنے سے انکار کرتے ہیں، حکمرانوں کی بقا اسی میں ہے کہ وہ اسلام کی پناہ میں آجائیں ورنہ خدا کے خلاف جنگ کرنے والے سابقہ حکمرانوں کی طرح ان پر زمین تنگ ہو جائے گی اور انہیں کہیں پناہ نہ ملے گی۔

عقبیٰ کے مسافر

الحاج صوفی عبدالرحیم نیازی رحمہ اللہ

عید الفطر سے دوسرے روز مجلس احرار اسلام پاکستان کے بزرگ رہنما الحاج صوفی عبدالرحیم نیازی فیصل آباد میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم صوفی صاحب کا شمار مجلس احرار اسلام کے قدیم کارکنوں میں ہوتا ہے آپ کا تعلق ضلع میانوالی سے ہے تقسیم ملک سے کئی سال پہلے تحریک آزادی کے عظیم مجاہد اور مجلس احرار اسلام کے رہنما حضرت مولانا محمد گلشیر شہید رحمہ اللہ نے اس علاقہ میں انگریز کے خلاف زبردست اور باغیانہ جدوجہد کی۔ علاقہ کے جاگیردار جو انگریز کے ذلہ خوار تھے مولانا کا راستہ روکنے میں ناکام ہوئے تو ان کو شہید کردیا۔ حضرت صوفی عبدالرحیم صاحب مولانا محمد گلشیر کے وفادار ساتھیوں میں سے تھے آپ نے مولانا گلشیر شہید کی رہنمائی میں اپنے علاقہ میں مجلس احرار اسلام کے سٹیج سے انگریز سامراج کے خلاف زبردست جدوجہد کی اور تحریک آزادی کو کامیابی سے ہمکنار کیا حضرت صوفی صاحب تادم واپسی احرار سے ہی وابستہ رہے آپ کی دینی قومی اور ملی خدمات ناقابل فراموش ہیں جانشین امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری مدظلہ

نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی مجلس احرار اسلام کے مرکزی امیر محترم الحاج محمد حسن چغتائی مرظلہ ناظم اعلی ابن امیر شریعت سید عطا المحسن بخاری، دیگر تمام مرکزی عہدیداروں اور مجلس عاملہ کے اراکین نے حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے انتقال پر گہرے غم کا اظہار کیا ہے ایک تعزیتی قرار داد میں کہا ہے کہ اللہ تعالی صوفی صاحب کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر عطا فرمائے ۔۔۔ ادارہ نقیب ختم نبوت کے تمام اراکین بھی پسماندگان کے غم میں شریک ہیں ۔

انہی دنوں میں حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہ کی خوشدامن صاحبہ اور قاری سید عبدالمنان صاحب اور مولانا سید عبدالرحمن شاہ صاحب کی والدہ رحلت فرماگئیں ۔ مدرسہ عربیہ تجوید القرآن جلہ جیم میلسی کے مہتمم مولانا محمد عبیداللہ کی والدہ ماجدہ انتقال فرماگئیں ۔ مجلس احرار اسلام محبت پور میلسی کے صدر حاجی نذر محمد کے داماد اور حاجی عبدالرحیم کے نوجوان فرزند عبدالغفار صاحب انتقال کرگئے ۔

مجلس احرار اسلام دریٹہ (چکوال) کے مخلص کارکن ڈاکٹر ھادی بخش صاحب کے کم سن بیٹے محمد معاویہ رفات پاگئے ۔ مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن شیخ فضل الرحمن صاحب کے ماموں اور بھائی محمد شفیق کے والد ماجد حاجی محمد رفیق صاحب آخرت کو سدھار گئے ۔ ادارہ نقیب ختم نبوت کے رفیق فکر محترم عبدالواحد بیگ المرحوم کی صالحہ نوجوان پوتی داعی اجل کو لبیک کہہ گیں ۔ انسان سوچتا کچھ ہے مگر ہوتا کچھ ہے ۔ مشیت ایزدی سب تدبیروں پر غالب آجاتی ہے ۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے عرفت ربی بفسخ العزائم "

تدبیر کند بندہ ۔۔۔ تقدیر زند خندہ

قارئین کرام تمام مرحومین کیلئے دعا مغفرت فرمائیں اللہ تعالی محض اپنے فضل و کرم سے مرحومین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کی قبور کو جنت کا باغ بنائے ۔ لواحقین وپسماندگان کو صبر عطا فرمائے (آمین یا اللہ لعالمین) ۔ ادارہ اپنے تمام غمزدہ بھائیوں کے غم میں شریک ہے ۔

اظہار تشکر ۔

احقر بذریعہ نقیب ختم نبوت ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے بندہ کی اہلیہ مرحومہ کی وفات پر دعا مغفرت اور اظہار تعزیت کیا ہے اللہ تعالی انہیں جزا خیر عطا فرمائے ۔ مزید دعائے مغفرت کی دردمندانہ درخواست ہے ۔ ارشاد احمد دیوبندی افضل حق لائبریری ۔ ظاہر پیر ۔

دعا صحت

حرم امیر شریعت سیدہ ام الاحرار مرظلہا علیل ہیں محترمہ نثار فاطمہ (لاہور) بیمار ہیں حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی مدظلہ (اٹک شہر) کافی دنوں سے علیل ہیں مدیر نقیب کے دادا محترم سید محمد شفیع شاہ صاحب مدظلہ ضعف شباب کے عارضہ میں مبتلا ہیں ڈاکٹر ھادی بخش کے والد محترم ٹریفک کے حادثہ کے باعث زخمی ہیں مولانا عبداللہ خالد مانسہرہ کی دختر اور برادرن محمود الحسن مفتی کی ہمشیرہ دماغی مریضہ ہیں قارئین ان کیلئے اور تمام مریضوں کی شفا کاملہ کیلئے دعا فرمائیں (ادارہ)

نقد و نظر

مولانا محمد عبدالحق چوہان

قصہ اُس نماز کا......!

جمہوریت کے پرستاروں کا جمہوری عمل

رفض و سبائیت کا ترجمان ہفت روزہ "رضا کار" لاہور، مورخہ ۸ / اپریل ۱۹۹۱ء ہمارے پیش نظر ہے اس میں جلی قلم سے ایک سرخی ہے جس کا عنوان یہ ہے :

"اسلامی اتحاد و اخوۃ کے عملی مظاہرے سے "سپاہِ صحابہ" کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی"

اور اس عنوان کے تحت یہ خبر مندرج ہے۔

"گزشتہ دنوں اسلام آباد میں مولانا عبدالستار نیازی کی جانب سے نفاذِ شریعت کے لئے ملک کے مختلف مکاتبِ فکر کے جید علماء کا جو اجلاس ہوا۔ اس میں مولانا محمد خان شیرانی نے قائدِ ملتِ جعفریہ علامہ ساجد نقوی کو دعوت دی کہ وہ نماز پڑھائیں۔ امیرِ جماعتِ اسلامی قاضی حسین احمد نے اسے مبارک امر قرار دیتے ہوئے کہا یہ اچھی بات ہے اللہ برکت دے۔ تکبیر کہیں۔ علماء کرام علامہ سید ساجد نقوی کی امامت میں صف بستہ ہو کر خداوند تعالیٰ کے حضور سربسجود ہو گئے۔

اور اس طرح اسلامی اتحاد و اخوت کا ایک قابلِ دید مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔ اس عملی مظاہرے کو دیکھ کر جہاں اہلِ ایمان کے دلوں کو مسرت اور ولولہ ملا وہاں شر پسند عناصر اور اسلام دشمن طاقتوں کے عزائم خاک میں مل گئے۔ اسلامی اتحاد و اخوۃ کی اس صف سے دو مولوی قاضی عبداللطیف اور سمیع الحق فوری طور پر یہ کہتے ہوئے خارج ہو گئے کہ صدیوں کے فاصلے پل بھر میں طے نہیں ہو سکتے۔"

مولانا قاضی عبداللطیف اور مولانا سمیع الحق اگر یہ کہتے ہوئے صف سے علیحدہ ہو جاتے کہ "ایک اقلیتی فرقے کے قائد کی اقتداء میں ہم نماز نہیں پڑھ سکتے" تو سوادِ اعظم اہلِ سنت والجماعت کے عقیدہ کی ترجمانی ہو جاتی۔ افسوس کہ ان حضرات کے ذہن پر لادین سیاست کے افکار کا اس طرح تسلط ہے کہ اس دینی مسئلہ اور عقیدہ کے بیان میں بھی انہوں نے سیاسی اندازِ تخاطب استعمال کیا۔ اس کے باوجود پھر بھی

ان علماء کرام کا یہ اقدام مستحق صد ستائش ہے۔ جمہوریت زدہ علماء کرام کے اس غیر شرعی عمل پر اخبارات میں کئی دنوں تک مختلف بیانات شائع ہوتے رہے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے یہ کہہ کر اخبار نویسوں سے جان چھڑائی کہ ہو سکتا ہے کہ مولانا شیرانی نے بعد میں نماز قضا پڑھ لی ہو۔ جبکہ شیرانی صاحب اس معاملہ میں ہنوز اپنے موقف اور "عمل صالح" پر قائم ہیں۔ پچھلے دنوں خود مولانا محمد خان شیرانی کا ایک بیان اخبارات میں شائع ہوا ہے اس وقت مولانا کے بیان پر ہم اپنا نقطہ نظر پیش کرنا چاہتے ہیں۔ روزنامہ پاکستان لاہور مورخہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۹۱ء ہمارے پیش نظر ہے مولانا شیرانی کے بیان کی یہ سرخی ہے "پرائمری سکول ماسٹر کے لئے تو معیار مقرر ہے کفر کا فتویٰ دینے کا کوئی معیار نہیں"

مولانا شیرانی اس وقت جمیعت علماء اسلام بلوچستان کے قائد اور قومی اسمبلی میں جمیعت کے پارلیمانی لیڈر کے منصب پر فائز ہیں۔

لیکن وسعت معلومات کا یہ عالم ہے کہ اس بیان میں آپ نے یہ انکشاف کیا ہے کہ علماء کا ترتیب کردہ ۲۲ نکات کا دستوری خاکہ صدر ایوب کے دور اقتدار میں مرتب ہوا تھا۔ مولانا شیرانی صاحب اپنے اس بیان میں اُن علماء حضرات پر برہم ہیں جنہوں نے روافض کے متعلق ان کے کفریہ عقائد کی بناء پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ ہمارے وئے سخن جمیعت علماء اسلام کے ان افراد کی طرف ہے جو کہ دین کے معاملہ میں باحمیت، بے لچک اور متصلب ہیں، شیرانی صاحب کا یہ غیر شرعی عمل پوری جمیعت کی طرف منسوب ہوگا کیونکہ اس اجلاس میں ان کی شرکت ذاتی حیثیت سے نہیں تھی، بلکہ جمعیت کے نمائندے کی حیثیت سے تھی۔ مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہ کی کتاب "ایرانی انقلاب" کی اشاعت کے بعد بھی روافض کے کفریہ عقائد کے متعلق اب کچھ اشتباہ باقی ہے۔ کیا جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہو کہ :

ہیچ عاقل را مجال آں نیست کہ شک کنند در کفر عمر پس لعنت خدا و رسول بر ایشاں باد و بر ہر کہ ایشاں را مسلمان داند و ہر کہ در لعن ایشاں توقف نماید۔ جلاء العیون ص۴۵ بحوالہ "ایرانی انقلاب، خمینی اور شیعت"	کسی صاحب عقل کے لئے اسکی مجال اور گنجائش نہیں ہے کہ عمر کے کافر ہونے میں شک کرے پس خُدا اور رسول کی لعنت ہو عمر پر اور ہر اُس شخص پر جو اس کو مسلمان جانے، اور ہر اُس آدمی پر جو اس پر لعنت کرنے میں توقف کرے یعنی لعنت کرنے سے زبان کو روکے۔

اسکی اقتداء میں بھی نماز ہو سکتی ہے ؟ ہم ان حضرات سے باادب ہو کر ایک سوال کرنے کی

جسارت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص آپ کے باپ کے متعلق اس طرح کے نازیبا الفاظ استعمال کرے اس کے ساتھ آپ کا کیا سلوک ہوگا اور اس کی اقتداء میں بھی نماز ادا کریں گے۔ اتحاد، اتحاد کا تکرار کرنے والے جمہوری علماء کی خدمت میں ہم ایک واقعہ نقل کرتے ہیں اسی سے ہی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مذہب کے معاملہ میں روافض کا کیا طریق کار ہے۔ ملک کے نامور صحافی اختر کاشمیری عالمی سیرۃ کانفرنس اور قبضۂ وحدۃ میں شرکت کے لئے ایران تشریف لے گئے تھے۔ واپسی پر انہوں نے "آتش کدۂ ایران" کے عنوان سے اپنا سفرنامہ مرتب کیا، اس میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ:

"اسی شام آیۃ اللہ شیرازی کی قیام گاہ پر ایک تقریب کا اہتمام تھا۔ اس تقریب میں پہلے آیت اللہ شیرازی کے نوجوان فرزند دلبند نے خطاب کیا اور بعد ازاں آیۃ اللہ شیرازی نے اظہار خیال فرمایا۔ آیۃ اللہ شیرازی کی تقریر کے دوران مولانا نثار احمد نے ہال کی دیوار پر لگے ہوئے ایک نمائشی قالین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اسے پڑھیئے۔ میں نے پوچھا کیا کوئی خاص بات ہے ——؟ کہنے لگے نیچے سے اوپر ساتویں سطر پڑھ لیں، سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ میں نے جو اس سطر کو تلاش کر کے پڑھا تو اتحادِ اسلامی کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ یہ ایک دعائیہ عبارت تھی۔ جس میں حضرۃ ابوسفیانؓ، حضرۃ معاویہؓ اور دوسرے اصحاب کبار پر لعنت کا ورد کیا گیا ہے۔ اب جو میں نے غور کیا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ اوپر سے ٹھیک ساتویں سطر میں یہی دعاء خلیفہ اوّل اور دوم کے بارے میں بھی موجود تھی۔ میں نے مولانا نثار احمد سے کہا کہ اب آپ اوپر سے ساتویں سطر پڑھیں اور مسلم اتحاد کے دعوے کی حقیقی بنیاد تلاش کریں۔"

اب ارباب جمعیت ہی غور و فکر کریں کہ وہ کونسا مرکزِ ثقل ہے جس بنیاد پر آپ نفاذ شریعت کے اجلاس میں ان روافض کو دعوتِ شرکت دیتے ہیں۔ اس تحریر کا اختتام بطور تبرک کے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول سے کرتے ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہی معلوم ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عظمۃ اور خداوند قدوس کے ہاں ان کی مقبولیت کا کیا درجہ ہے۔؟

قال مالک بن انس: من لزم السنۃ وسلم منہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم مات کان مع الذین انعم

جس شخص نے سنت کو لازم کیا یعنی سنت پر عمل کیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حق میں یاوہ گوئی سے محفوظ رہا اور

الله علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء وان کان مقصراً فی العمل واعلم انه من تناول احداً من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فاعلم انه اراد محمداً وقد آذاه فی قبره صلی الله علیه وسلم۔

{ کشف اسرار الباطنیه و اخبار القرامطیه ص۲۲۳ }

پھر اسی حالت میں اسکی وفات ہوگئی تو وہ شخص ان حضرات کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اگرچہ عمل لحاظ سے کوتاہی ہوگئی۔ اور جان لو کہ جس شخص نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک صحابی کے حق میں یاوہ گوئی کی ہو تو اس نے درحقیقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ بیہودہ گفتگو کی ہے۔ اور تحقیق اس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مزار مقدس میں تکلیف پہنچائی ہے۔

یا اللہ مدد

بسم الله الرحمٰن الرحیم،
من جاء بالحسنة فله عشر امثالها
(القرآن)

لا اله الا الله محمد رسول الله
خیرکم من تعلم القرآن وعلمه
(الحدیث)

زیر تعمیر جامع مسجد
مدرسہ دارالعلوم، حسین خیل پٹھان

عزیز حضرات مدرسہ و مسجد کی تعمیر کے اس کار خیر میں بھرپور حصہ لیں، دینی مراکز کو مضبوط کریں، تاکہ خدمت و اقامت دین کا مقدس فریضہ بہتر طور پر سرانجام دیا جاسکے!

خلافت راشدہ
خلیفہ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق
سیدنا عمر فاروق
سیدنا عثمان
سیدنا علی المرتضیٰ
سیدنا حسن مجتبیٰ
سیدنا معاویہ
رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

ترسیل زر کے لئے (۱) بذریعہ بینک ڈرافٹ یا چیک اکاؤنٹ نمبر ۹۰۲۰ یو بی ایل بھکر۔ ۲۔ بذریعہ منی آرڈر یا نقد ودستی۔ یا درج ذیل پتہ پر بھیجیں!

خادم علماء دیوبند! حضرت مولانا غلام حسن خان، خطیب و مہتمم مدرسہ دارالعلوم حسین خیل پٹھان، مقام و ڈاکخانہ چھینہ ڈگر، تحصیل و ضلع بھکر!

قسط اوّل

حکیم محمود احمد ظفر

نظریہ امامت

پس منظر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے چند ہی سال بعد تمام دنیا نے دیکھا کہ مسلمان آندھی کی طرح قریباً نصف دنیا پر چھا گئے۔ اور اس وقت کی قیصرو کسریٰ کی سپر پاورز نے چند ہی سالوں میں اہل اسلام کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ غزوۃ الصواری میں جو سیدنا عثمان ؓ کے عہد خلافت میں ہوئی۔ قیصر روم کو بحری جنگ میں ایسے کاری زخم آئے کہ وہ وہاں سے بھاگ کر سیدھا قسطنطنیہ پہنچا جہاں وہ موت تک اپنے زخموں کو چاٹتا رہا۔ کسریٰ ایران جس کی کمر ہمت سیدنا فاروق اعظم کے زمانہ میں جنگ قادسیہ میں ٹوٹ چکی تھی۔ سیدنا عثمان کے عہد خلافت میں ایک آسیا بان (چکی والے) کے ہاتھوں اس کسمپرسی کی حالت میں مرا کہ اس کے پاس چار درھم بھی نہ تھے۔ (طبری جلد 3 ص 377، ابن اثیر۔ جلد 3 ص 61) حالانکہ فتح مدائن کے وقت اسلامی سپہ سالار سیدنا سعد بن ابی وقاص کو مال غنیمت میں بیس کھرب دینار ملے تھے۔

ایک وقت ایسا تھا جب کسریٰ ایران خسرو پرویز نے 613ء میں دمشق اور 614ء میں بیت المقدس پر قبضہ کیا اور وہاں کے باشندوں پر قتل و غارت کی قیامت ڈھا دی۔ قریباً نوے ہزار انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ مقدس کلیساؤں کو منہدم کر دیا گیا اصلی صلیب مقدس چھین کر مدائن پہنچا دی گئی۔ مذہبی پیشواؤں کی توہین و تذلیل کی گئی۔ ان فتوحات سے کسریٰ ایران کے کبرو نخوت کا نشہ دو آتشہ ہو گیا اور وہ غرور و تکبر سے بجائے زمین پر چلنے کے آسمان پر اڑنے لگا۔ اسی تکبر میں اس نے بیت المقدس سے ایک خط ہرقل روم کو لکھا۔

"سب خداؤں سے بڑا خدا۔ عام روئے زمین کے مالک خسرو کی طرف سے اس کے کمینہ اور بے شعور بندے ہرقل کے نام، تو کہتا ہے کہ تجھے اپنے خدا پر بھروسہ ہے، کیوں کہ تیرے خدا نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچا لیا"

ہرقل اس تکبر سے بھرے ہوئے خط کو پڑھ کر ڈر گیا۔ اس نے ایک ایرانی جنرل سین (SAIN) کے کہنے پر کسریٰ ایران کو صلح کا ایک خط لکھا، مگر شہنشاہ ایران خسرو پرویز نے اس خط کے جواب میں کہا۔

"مجھ کو یہ نہیں بلکہ خود ہرقل زنجیروں میں بندھا ہوا میرے تخت کے نیچے چاہیے۔ میں رومی حکمران سے اس وقت تک صلح نہیں کروں گا۔ جب تک وہ اپنے صلیبی خدا کو چھوڑ کر ہمارے سورج دیوتا کی پرستش نہ کرے"

تاہم جب کسریٰ ایران صلح پر آمادہ ہوا تو جو شرائط اس نے ہرقل کو پیش کیں۔ وہ یہ تھیں۔

"ایک ہزار ٹالنٹ (TALENT) سونا، ایک ہزار ٹالنٹ چاندی، ایک ہزار ریشمی تھان ایک ہزار گھوڑے اور ایک ہزار کنواری لڑکیاں"۔

(ٹالنٹ یونانیوں اور رومیوں کا ایک قدیم وزن ہے۔)

یہ سب واقعات ایڈورڈ گبن (EDWARD GIBBON) نے اپنی مشہور کتاب (THE HISTORY OF THE DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE) کی پانچویں جلد میں لکھے ہیں۔ لیکن جب ان شرائط کا ذکر اس نے کیا ہے تو ان کو (IGNOMINIOUS TERMS) کہا ہے۔ اور ہیں بھی یہ واقعی شرمناک

شرائط، لیکن کسریٰ ایران کے اس رویے سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ کس قدر متکبر، پراز نخوت وغرور اور رعونت پسند تھا۔ اور وہ اپنے کو خدائی کے مقام پر رکھے ہوئے تھا۔

چشم فلک نے وہ نظارہ بھی دیکھا کہ یہی متکبر اور نخوت پسند کسریٰ ایران یزد جرد چودہ میل کا پیدل سفر کر کے ایک آسیابان (چکی والے) کے گھر پہنچتا ہے اور حالت یہ ہے "لاورق لہ" (اس کے پاس کوئی نقدی نہیں) (تفصیل میری کتاب سیدنا عثمان۔ شخصیت اور کردار جلد اول میں ملاحظہ فرمائیں۔)

کسریٰ ایران کی یہ حالت امت مسلمہ کے ایک نابغہ روزگار فاروق اعظم نے بنائی اور اتنی عظیم الشان سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ یہاں تک کہ کسریٰ کی بیٹیاں لونڈی بن کر دیار فاروقی میں آئیں۔

ادھر ایک طرف یہ ایرانی تھے تو دوسری طرف یہود بے بہبود جن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی عین حیات میں پہلے مدینہ طیبہ سے اور پھر خیبر اور اس کے ارد گرد کے قلعوں سے نکال باہر کیا تھا۔ اور اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنی امت کو ارشاد فرمایا تھا۔

اخرجوا الیہود من جزیرۃ العرب یہودیوں کو عرب کے جزیرہ سے باہر نکال دینا۔ (بخاری جلد 1 ص 449)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی تکمیل سیدنا فاروق اعظم نے کی اور تمام یہودیوں کو جزیرہ عرب سے نکال باہر کیا۔

یہودیوں اور ایرانیوں نے جب دیکھا کہ میدان جنگ میں وہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکے اور جنگ کے ہر محاذ پر انہوں نے شکست فاش کھائی ہے۔ تو انہوں نے اپنی اس ذلت و رسوائی کا انتقام لینے کے لئے ایک تحریک چلائی جس کی فصل کو آج تک کاٹا جا رہا ہے۔ اور امت مسلمہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دولخت کر دیا گیا۔

ہوا یہ کہ یہودیوں میں سے ایک شخص عبداللہ بن سباء نے زیر زمین اپنی قوم کو اکٹھا کیا، لیکن اس کی سیاسی بصیرت نے اسے یہ بتایا کہ اکیلی یہودی قوم کسی صورت بھی مسلم قوم کا مقابلہ نہیں کر سکتی لہذا اسے ایک دوسری قوم کی تلاش ہوئی۔

سیدنا فاروق اعظم کے زمانہ میں ایران فتح ہو گیا اور اس پر بجائے درفش کاویانی کے سبز ہلالی پرچم لہرانے لگا، لیکن ایرانی قوم کی ذہنی زمین اسلامی اقدار اور عقائد و احکام کے برگ و بار نکالنے کے بجائے اسلام کے خلاف خفیہ سازشوں کی فصلیں اگانے لگی۔ ان میں سے چند لوگوں کے سوا اکثریت طبعی تدین اور اعتدال مزاج کی بیش بہا دولت سے محروم ہونے کی وجہ سے وطن کی جغرافیائی حدود کو اسلام کی اصولی ملت سے ہر طرح اعلیٰ اور فائق سمجھتی تھی اور وہ بجائے دینی اقدار کے سیاسی اور وطنی اقدار کو زیادہ اہمیت دیتی تھی۔ اس وجہ سے وہ کبھی بھی ایرانیوں پر عربوں کے سیاسی تفوق و برتری کو برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

یہودیوں نے ایرانیوں کی اس نفسیاتی کمزوری سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، لہذا بانئی تحریک عبداللہ بن سباء نے سب سے پہلے سیدنا فاروق اعظم کے خلاف یہ پراپیگنڈہ شروع کیا کہ وہ غاصب، جابر اور کتاب اللہ کو مسخ کرنے والے تھے۔ ایرانی پہلے ہی سے سیدنا عمر سے نالاں تھے کیونکہ وہ غارت گر عجم تھے، لہذا انہوں نے اس پراپیگنڈے میں بہت ساتھ دیا اور تکنیک یہ اختیار کی گئی کہ شاہان عجم کو جبر و غصب کا مظلوم قرار دینے کے بجائے بنو ہاشم قرار دیا جانے لگا۔ تاکہ اس سے ایک تو عربوں میں باہم تفریق پیدا ہو جائے اور دوسرے اس طریقہ سے بنو ہاشم اور دوسرے مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کی جا سکیں۔ چنانچہ مشہور مستشرق ڈاکٹر براؤن نے لکھا ہے۔

"راشدین میں سے دوسرے خلیفہ حضرت عمر سے جو اہل عجم متنفر ہیں تو اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت عمر غارت گر عجم تھے۔ اگرچہ اس نفرت کو مذہبی رنگ دے دیا گیا۔ لیکن اصل حقیقت اندر سے صاف نظر آتی ہے" (تاریخ

ادبیات ایران جلد 1ص 217)

ایک اور مقام پر ڈاکٹر براؤن نے لکھا ہے۔

"معلوم ہوتا ہے کہ ایرانیوں کو حضرت عمر سے جو عداوت ہے اس کا سبب یہ نہیں کہ انہوں نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے حقوق کو غصب کیا تھا بلکہ یہ ہے کہ انہوں نے ایران کو فتح کر کے ساسانی خاندان کا خاتمہ کر دیا تھا۔

(تاریخ ادبیات ایران جلد 4ص 47۔48)

اس سلسلہ میں ڈاکٹر براؤن نے ایرانی شاعر رضائے کرد کے یہ دو شعر بھی نقل کئے ہیں۔ جن سے سیدنا عمر سے ایرانیوں کے بغض و عناد کی وجہ صاف طور پر معلوم ہو جاتی ہے۔

بشکست عمر پشت ہژبران اجم را
بر باد فنا داد رگ دریشہ جم را
ایں عربدہ بر غصب خلافت زعلی نیست
باآل عمر کینہ قدیم است عجم را

سیدنا عمر نے جنگل کے شیروں یعنی اہل ایران کی کمر توڑ کر رکھ دی اور جمشید خاندان کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر رکھ دیا۔ اہل ایران کا سیدنا عمر سے یہ سارا جھگڑا اس وجہ سے نہیں کہ سیدنا عمر نے سیدنا علی کی خلافت غصب کر لی تھی۔ بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اہل ایران کی آل عمرانہ سے پرانی دشمنی چلی آرہی ہے (جس کی وجہ سیدنا عمر کے ہاتھوں ساسانی حکومت کی بربادی ہے) (تاریخ ادبیات ایران جلد 4ص 49)

مختصر یہ کہ اس سیاسی پرخاش اور عربوں کے اس سیاسی تفوق کی وجہ سے اہل ایران نے سیدنا فاروق اعظم کے خلاف عبداللہ بن سباء اور دیگر مسلم نما یہودیوں کے ساتھ مل کر سازشوں کے زمین دوز بم بچھانے شروع کر دیے جو کہ صولت فاروقی کی وجہ سے خلافت فاروقی میں تو نہ پھٹ سکے لیکن خلافت فاروقی کے آخری سالوں میں انہوں نے ایک دفعہ تو پوری ملت اسلامیہ اور مملکت اسلامیہ کو ہلا کر رکھ دیا۔

بنوہاشم کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے اہل ایران نے ایک حربہ یہ استعمال کیا کہ ساسانیوں کے طرز حکومت کی طرح اسلام میں بھی " بادشاہت کا الہی حق "RIGHT OF KINGS DIVINE کا عقیدہ وضع کیا گیا اور پھر اس کا خوب پراپیگنڈہ کیا گیا۔ یہ عقیدہ ایران میں نسلاً بعد نسل چلا آرہا تھا۔ چنانچہ براؤن نے لکھا ہے۔

"ساسانیوں کے عہد میں بادشاہوں کے آسمانی حق کا عقیدہ جس تعمیم اور شد و مد کے ساتھ ایران میں پالا گیا۔ غالباً اس کی مثال کسی دوسرے ملک میں نہیں ملتی"

(تاریخ ادبیات ایران جلد 1ص 215)

اس عقیدے کے پرچار اور خاندان رسالت کے ساتھ اس کی خصوصیت کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ سیدنا عمر کے زمانے میں جب اسلام اپنی پوری شان اعجاز کے ساتھ ایران پر غالب آیا اور ایرانی بادشاہ یزدگرد جو کہ ساسانی خاندان کی آخری یادگار تھا۔ اپنی تمام حشمت و جاہ کے باوجود اہل اسلام سے شکست کھا گیا اور اسکا سارا مال و متاع دربار فاروقی میں مال غنیمت کے طور پر پیش ہوا۔ اور اس کی لڑکیاں لونڈیاں بن کر سیدنا عمر کے حضور میں آئیں اور اہل اسلام میں تقسیم ہوئیں۔ چنانچہ سیدنا حسین کی بیوی شہر بانو اسی یزدگرد کی بیٹی تھی۔ (اصول کافی مع شرح الصافی جلد 3 حصہ 2 ص 204 فیوض قاسمیہ از حجتہ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی ص 16۔ 17 ، تاریخ ادبیات ایران جلد 1 ص 218 ، جلد 4 ص 29 ، تجلیات روح ایران در ادوار ، تاریخی از حسین کاظم زادہ ص 96 منتخب التواریخ از محمد ہاشم بن محمد علی الخراسانی ص 299 ، عمدہ الطالب ص 192 وغیرھم) لہذا اہل ایران نے بنوہاشم کو اور خصوصی طور پر اولاد علی کو تخت و تاج حاصل کرنے کا یہ حق دیا کیونکہ ان کا رشتہ

پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ملتا تھا۔ اور آل ساسان سے بھی، چنانچہ ڈاکٹر براؤن لکھتا ہے۔

"حضرت حسینؓ کی نسبت چونکہ ان کا اعتقاد تھا کہ انہوں نے ساسانیوں کے آخری تاجدار یزدگر سوم کی بیٹی شہر بانو سے عقد کیا تھا، اس لئے شیعوں کے دونوں فریق اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ کے نزدیک (ان کے اپنے اپنے ائمہ) نہ صرف پیغمبری بلکہ شاہی حقوق و صفات کے وارث بھی ہیں۔ پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ان اماموں کا خون ملتا ہے۔ اور آل ساسان سے بھی رشتہ ہوتا ہے۔ اس تعلق سے ایک سیاسی عقیدہ پیدا ہو گیا۔ (تاریخ ادبیات ایران جلد ا ص 218)

ایک اور مقام پر یہی انگریز نقاد لکھتا ہے۔

"تیسرے امام حضرت امام حسین کے زمانے میں، جو حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے ایک دوسرا ہی عنصر پیدا ہو گیا، کیونکہ متقدمین اور مستند مؤرخین مثلاً الیعقوبی وغیرہ کے بیان کے مطابق ایران کے آخری ساسانی تاجدار یزدگرد سوم کی ایک دختر حضرت امام حسین کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ اور ان سے ایک صاحبزادے الموسوم بہ علی، الملقب بہ زین العابدین تھے۔ جو چوتھے امام تھے۔ وہ ایک طرف اولاد فاطمہ سے تھے تو دوسری جانب ایرانی خاندان شاہی سے بھی تعلق رکھتے تھے" (تاریخ ادبیات ایران جلد 4 ص 29)

یہ ایک انگریز مؤرخ کا بیان تھا۔ اب ایک ایرانی مؤرخ جو کہ مذہباً شیعہ ہے اسکا بیان ملاحظہ فرمائیے۔ حسین کاظم زادہ اپنی تصنیف "تجلیات روح ایران در ادوار تاریخی" میں شہر بانو دختر یزدگرد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"آخری ساسانی بادشاہ یزدگرد کی دختر شہر بانو ایرانی قیدیوں کے ساتھ عمر بن الخطاب کے سامنے پیش ہوئیں۔ انہوں نے اسے بھی قیدیوں کے ساتھ بازار میں فروخت کیے جانے کا حکم دیا۔ حضرت علی اس بات میں مانع ہوئے اور کہا کہ بادشاہ زادگان اور شریفوں کو ننگے سر بازار لے جانا خلاف ادب ہے۔ بالآخر وہ تقسیم ہوئیں۔ اور حضرت حسین بن علی کے حصہ میں آئیں"۔

چند سطور کے بعد یہی مصنف لکھتا ہے۔

اسی سبب سے حضرت علی کا خاندان ایرانیوں کی نگاہ میں اصل نسل کی اعتبار سے ساسانی نسب رکھتا ہے اور رسول خدا سے رشتہ کی بنا پر شرافت اور امتیاز سے بھی مخصوص تھا۔ صرف اسی سبب سے یہ خاندان جائز طور پر کیانی تخت و تاج کا مالک ہو سکتا ہے۔ نیز اسی وجہ سے امام حسین کے فرزند زین العابدین کو جو شہر بانو کے بطن سے تھے عرب و عجم کا فخر کہتے ہیں۔ کیونکہ باپ کی جانب سے ان کا نسب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ جو کہ عربوں میں بزرگ ترین شخصیت تھے۔ اور ماں کی طرف سے روئے زمین کے نجیب ترین بادشاہوں پر منتہی ہوتا ہے۔

(تجلیات روح ایران در ادوار تاریخی ص 96)

اولاد علی اور خصوصی طور پر سیدنا حسین کی اولاد کا سلسلہ ایک طرف سے آل ساسان سے قائم کر کے اور دوسری طرف سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استوار کر کے "بادشاہت کا الٰہی حق" جو ساسانیوں کو ان لوگوں نے دیا تھا، وہی اولاد علی کو بھی دینا چاہا۔ اور سرزمین عرب میں اس ساسانی نظریہ کو ایک اسلامی عقیدہ کے رنگ میں پیش کیا جانے لگا۔

عرب لوگ فطرتاً شورائی نظام کے قائل تھے اور اب اسلام نے بھی ان کو "وشاورھم فی الأمر" اور "وامرھم شوریٰ بینھم" کی تعلیم دی تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے انتقال فرمانے کے بعد اسلام کے سب سے پہلے خلیفہ کا انتخاب بھی اسی شورائی نظام کے تحت ہوا تھا، لہذا ایرانیوں کے اس نظریہ کی تشہیر عربوں اور ایرانیوں کے امتزاج کے دو زبردست اصولوں کا ٹکراؤ تھا جس نے ایک ایسے فتنہ کی بنیاد ڈالی جس کے برگ و بار سے ابھی تک شیعہ سنی منافرت پھیلی ہوئی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر براؤن لکھتا ہے۔

"شیعہ اور سنی کا جھگڑا صرف ناموں یا شخصیتوں کا جھگڑا نہیں بلکہ دو متضاد اصولوں یعنی جمہوریت اور "بادشاہوں کے

الٰہی حق کا جھگڑا ہے۔ عرب زیادہ تر جمہوریت پسند تھے اور ہمیشہ رہے ہیں۔ لیکن ایرانی ہمیشہ بادشاہوں کو الٰہی یا نیم الٰہی ہستیاں سمجھتے رہے ہیں۔ جو طبائع اس بات تک کو گوارا نہیں کر سکتیں۔ کہ انسانوں کا منتخب کردہ کوئی شخص ان کی ریاست کا حاکم ہو وہ امام یعنی خلیفۃ الرسول کے انتخاب عمومی کو کیوں کر تسلیم کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایران ہمیشہ اسماعیلیہ اور امامیہ فرقوں کا مرکز بنا رہا۔

(تاریخ ادبیات ایران جلد 4 ص 29-30)

"نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں میں قرآن و سنت کی رو سے جہاں یہ نظریہ تھا کہ اسلام کا خلافتی نظام شورائی بنیادوں پر قائم ہے۔ وہاں اب خفیہ تحریکوں کے ذریعے اس نظریہ کا پرچار ہونے لگا کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان کے برادر عم زاد اور ان کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ شوہر حضرت علیؓ کو ان کا جانشین ہونا چاہیئے تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی انہیں نامزد فرمایا تھا۔ نیز یہ کہ حضرت علیؓ کے بعد خلافت ان کے خاندان میں بطور حق الٰہی کے منتقل ہونی چاہیئے تھی" (تاریخ ادبیات ایران جلد 4 ص 28)

خلاصہ یہ کہ یہودیت و مجوسیت کے اس گٹھ جوڑ سے جو ملغوبہ تیار ہوا اس نے خلافت اسلامیہ کے خلاف خفیہ تحریک چلائی اور ملت اسلامیہ میں تشتت و افتراق کا جو بیج بویا۔ سیدنا عمر کے عہد خلافت میں اس کو زیادہ برگ و بار لانے کا موقع نہ مل سکا۔ کیونکہ سیدنا عمر کی صولت و رعب نے اس فتنہ کے آتشیں لاوے کو باہر نہ نکلنے دیا، چنانچہ مجوسیوں نے ابولؤلؤ فیروز مجوسی ایرانی سے ایک خاص سازش کے تحت سیدنا عمر کو شہید کرا دیا۔

سیدنا عمرؓ کی شہادت اور آپ کے جانشین سیدنا عثمانؓ کی نرم دلی سے اس تحریک کو اپنے برگ و بار نکالنے کا موقع ملا۔ اور بانی تحریک عبداللہ بن سباء (1) مسلم نما یہودی نے ملک کے مختلف گوشوں میں اپنے پراپیگنڈے کے خفیہ مراکز قائم کر کے سلطنت اسلامیہ میں تشتت و افتراق کے ڈائنامیٹ لگانے شروع کر دیئے۔ قائد تحریک عبداللہ بن سباء نے ملک کے مختلف شہروں میں دورے کرنے شروع کر دیے۔ وہ بڑا لستان اور سازشی ذہن کا مالک تھا لہذا اس نے اپنی سازشانہ قوت سے مختلف الخیال مفسدوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی سالوں میں ملک کی امن و عافیت کی ساکن فضاء میں فتنہ و فساد کی لہریں دوڑنے لگیں۔ اور لوگوں کے قلبی اور ذہنی سکون میں ایک ارتعاش پیدا ہو گیا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد 7 ص 168، طبری جلد 5 ص 94)

عبداللہ ابن سباء کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو رجال کشی ص 101، عراق، تنقیح المقال جلد 2 ص 184 فرق الشیعہ ص 43، عراق۔ البدایۃ والنہایۃ جلد 7 ص 167

اس تحریک اور اس کے بانی نے طریق کار یہ اختیار کیا کہ ایک طرف تو صحابہ کرام خصوصاً سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان کو ظالم، منافق اور غاصب وغیرہ کے الفاظ سے یاد کیا۔ (العیاذ باللہ) اپنی کتابوں میں ان کے بارہ میں وہ کلمات لکھے جن کو کوئی شخص نہ پڑھ سکتا ہے اور نہ سن سکتا ہے۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی نے لکھا کہ جہنم کے سب سے نچلے اور ساتویں طبقے میں دو شخص دیکھے گئے جن کو الٹا لٹکایا گیا ہے اور ان کی گردنوں میں آگ کی زنجیریں ہیں اور ان کو لوہے کے گرزوں سے پیٹا جا رہا ہے۔ شیطان کہتا ہے کہ میں نے حق تعالیٰ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ جواب ملا۔

اینہا دو دشمن ایشاں و دو ستم کنندہ بر ایشاں اند یعنی ابوبکر و عمر (یہ دو اہل بیت کے دشمن ہیں۔ اور ان پر ظلم کرنے والے ہیں یعنی ابوبکر اور عمر) (حق الیقین ص 510)

بلکہ یہاں تک لکھا گیا۔ ہر دو (ابوبکر و عمر) کافر بودند و ہر کہ ایشاں را دوست دارد کافر است

ابوبکر اور عمر دونوں کافر تھے اور جو ان سے دوستی رکھے وہ بھی کافر ہے۔ (حق الیقین ص 522)

اسی ملّا باقر مجلسی نے اپنی کتاب جلاء العیون میں کئی مقامات پر سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر کو "ملعون" کہا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ 62، 64، 229) سیدنا معاویہ کو "ملعون" کہا گیا (ص 285) امہات المومنین سیدہ حفصہ اور سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہما کو "ملعونہ" کہا گیا (ص 61، ایران) حالانکہ یہ ابوبکر اور عمر کون تھے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر اور سیدنا عمر سیدنا علی کے داماد اور سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہ کے شوہر نامدار۔ لیکن جہاں تک ہو سکا ان کی ذوات کے خلاف تبرا بازی کی گئی۔ اور ان کو ہر برے لفظ سے یاد کیا گیا۔ (معاذاللہ)

دوسرا طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ مجوسیوں کے عقیدہ" بادشاہت کے الٰہی حق" کو "امامت" کا اسلامی لفظ دیا گیا۔ اور عقیدہ امامت وضع کیا گیا اور امامت کو پیغمبری سے بھی اونچا اور بالاتر قرار دیا گیا۔ چنانچہ ملا باقر ہی نے لکھا ہے۔

"مرتبہ امامت بالاتر از مرتبہ پیغمبر است"

امامت کا درجہ پیغمبری اور نبوت سے بالاتر ہے۔ (حیات القلوب جلد 303)

امام میں ہر وہ صفت تسلیم کی گئی جو نبی میں پائی جاتی ہیں۔ بلکہ نبی سے بھی بڑھی بڑھی صفات مانی گئیں۔ مثلاً ان کو حلال و حرام کا مکمل اختیار دیا گیا۔ (اصول کافی ص 278) تمام دنیا و آخرت امام کی ملکیت میں دے دے گئے۔ (اصول کافی ص 259) وہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں اور انہیں پتہ ہوتا ہے کہ انہوں نے کب مرنا ہے (اصول کافی ص 158) کائنات کی کوئی شے ان پر مخفی نہیں ہوتی (ص 159) انہیں ماکان، مایکون کا علم ہوتا ہے (ص 160) وہ اللہ کے ہاتھ، زبان، منہ اور آنکھ ہوتے ہیں (ص 84) وغیرہ

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو احقر کی کتاب "اسلام کا تصور نبوت" باب نبوت اور امامت)

اور اس نے مسئلہ امامت کے ذریعہ امت کے مسلمہ عقیدہ ختم نبوت کو مجروح کیا کیونکہ مسئلہ امامت در اصل ائمہ کو نبوت کا درجہ دینے کے مترادف ہے۔ نبی کی تین خصوصیات ہوتی ہیں۔

1۔ مفترض الطاعت مفترض اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کی اطاعت فرض ہوتی ہے۔

2۔ منصوص من اللہ یعنی نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہوتا ہے۔

3۔ معصوم عن الخطاء یعنی نبی ہر قسم کے کبیرہ اور صغیرہ گناہ سے معصوم ہوتا ہے۔

یہ تینوں صفات خاصہ نبوت ہیں۔ اور یہی تینوں صفات ان لوگوں نے امام میں تعلیم کی ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ امام کو ان لوگوں نے نبی کے مقابل کھڑا کر دیا۔ اگرچہ نام اس کو امام کا دیا لیکن صفات ساری نبوت کی اس میں تسلیم کیں۔ اسی وجہ سے حکیم الامت شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ

سألتہ صلی اللہ علیہ وسلم سوالاً روحانیاً عن الشیعۃ فاوحی الی ان مذھبھم باطل و بطلان مذھبھم یعرف من لفظ الامام ولما افقت عرفت ان الامام عندھم ھو المعصوم، المفترض طاعتہ الموحیٰ الیہ وحیاً باطنیاً وھذا ھو معنی النبی فمذھبھم یستلزم انکار ختم نبوۃ قبحھم اللہ تعالیٰ۔

میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کشفی طور پر شیعہ کے بارہ میں سوال کیا آپ نے مجھے اشارہ فرمایا کہ ان کا مذہب باطل ہے۔ اور ان کے مذہب کا بطلان لفظ "امام" سے جانا جاسکتا ہے۔ جب مجھے اس کشفی حالت سے افاقہ ہوا تو میں نے جان لیا کہ شیعہ حضرات کے نزدیک امام معصوم ہوتا ہے۔ اس کی اطاعت فرض ہوتی ہے۔ اور امام کی طرف باطنی وحی آتی ہے اور نبی کا بھی یہی مطلب ہوتا ہے پس شیعہ کا مذہب انکار نبوت کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا ستیاناس کرے۔

(تفہیمات الٰہیہ جلد 2 ص 250)

شاہ ولی اللہ دہلوی نے ایسا ہی تفہیمات الٰہیہ جلد 2 ص 244 ۔ الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ص 3 پر بھی لکھا ہے۔

یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا جو درمیان میں لفظ "امام" کی تفصیل و تشریح کے طور پر آگیا۔

ان دونوں طریقوں سے امت کے جاہل اور سادہ لوح لوگوں کے ذہن میں یہ بات ٹھونسی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 23 سال کے عرصہ میں صرف تین چار لوگوں کو ایمان کی دولت دے سکے اور باقی ایک لاکھ سے زائد لوگ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارد گرد رہتے تھے۔ (معاذ اللہ) سب منافق تھے اور اگر کوئی ان میں ایمان کا دعویدار بھی تھا تو صرف وقتی طور پر تھے۔ جونہی رسول کی آنکھ بند ہوئی تو وہ سوائے تین چار کے، سارے کے سارے ایمان سے پھر گئے۔ (ملاحظہ ہو فروع کافی جلد 3 ص 115، کتاب الروضہ، حیات القلوب جلد 2 ص 837، رجال کشی ص 8 تفسیر صافی ص 389 تحت قولہ تعالی وما محمد الا رسول، شیعی عالم مامقانی نے اس روایت کو متواتر کہا ہے تنقیح المقال جلد 1 ص 216) اور وہ دو صحابہ جن کو زبان رسالت نے اپنا وزیر کہا تھا یعنی ابوبکر اور عمر اور وہ صحابی جس کو رسول نے اپنی دو بیٹیاں دی تھیں۔ وہ بھی ظالم، منافق تھے۔ (ملاحظہ ہو الصافی شرح الکافی حصہ دوم جزء سوم ص 98، کشف الاسرار ص 103) خاندان نبوت کے بارہ میں ایسی ایسی روایات گھڑی گئیں۔ جن سے یہ معلوم کرایا گیا کہ صحابہ کرام اور خصوصی طور پر سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ، اور سیدنا عثمانؓ نے سیدنا علیؓ، سیدہ فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ پر بہت ظلم کیا، ان کے حقوق کو پامال کیا، ان کے حق خلافت کو غصب کیا اور ان پر ہر قسم کی زیادتی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رکھا گیا۔

تاریخ نویسی کا آغاز بنو عباس کے دور حکومت میں ہوا۔ اس وجہ سے سبائی لوگوں نے غلط قسم کی روایات تاریخ میں درج کروادیں۔ اس ابتدائی دور میں روایات کی اتنی تحقیق جس میں افسانہ و حقائق میں پورا پورا امتیاز ہوسکے مشکل تھی۔ چنانچہ وہی روایات نقل در نقل چلتی آرہی ہیں۔ اور مواعظ اور تاریخ کی کتابوں میں ان کو زیب داستان کے لئے بیان کر دیا جاتا ہے۔

وہ خاص گروہ جو ابن سباء اور اس کی تحریک کے اراکین تھے وہ بھی ایک خاص فرقہ کی شکل اختیار کر کے سیاسی اور مذہبی لحاظ پر اہل اسلام سے آج تک برسرپیکار ہے۔

بقیہ از ص ۵۲

تلوّن مزاج واقع ہوئی ہے۔ اس کے سیمابی مزاج کو قرار سے دشمنی ہے اور اس کی صبح کہیں اور شام کہیں ہوتی ہے۔ بچارے خوشامد کرنے والے ممدوح کی لولہ مانند طبیعت کے علاوہ اس کے سر پر بیٹھی ہوئی طائر اقتدار پر بھی نظر رکھنا پڑتی ہے۔ کیا پتا وہ کب پھر سے اڑ جائے اور جسے آج وہ مغفور کہہ رہا ہے کل زمانہ اُسے لنگور کہتے بھی شرمائے۔ ع

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے!

"نہج البلاغہ تاریخ کی روشنی میں"

ایک پرمغز تحقیق اور علمی مقالہ

(محمود احمد عباسی) —— قیمت ۱۲/-

بخاری اکیڈمی ۔ دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان

مولانا محمد مغیرہ
جامع مسجد ابوبکر صدیق تلہ گنگ

آخری قسط

فاتح روم ، اسلامی بحریہ کے بانی

خلیفہ راشد ، امیر المؤمنین ، ابوعبدالرحمٰن ، ابو یزید

سیدنا معاویہ سلام اللہ علیہ

سیدنا معاویہؓ کا عہدِ خلافت حسن تدبیر، سادگی، نظم و نسق، حلم و سخاوت ، عدل و انصاف رعایا کی داد رسی اور رفاہِ عامہ کا زریں دور تھا۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں :

نظم و نسق : طبری میں ہے کہ سیدنا معاویہؓ کے زمانہ میں اگر کسی کی کوئی چیز گر جاتی تو راہ رو اس کو اٹھانے کی ہمت نہ کرتا یہاں تک کہ مالک خود آکر نہ اٹھالے ۔ اور راتوں کو عورتیں اپنے گھروں میں مکان کے کواڑ کھول کر بے خوف و خطر سو جاتی تھیں۔

عدل و انصاف : سیدنا اعمش رضی اللہ عنہ کے سامنے لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور ان کے عدل کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تم عمر بن عبدالعزیزؒ کی تعریف کر رہے ہو، اگر تم معاویہؓ کو دیکھتے تو تمہارا کیا حال ہوتا ؟ لوگوں نے کہا کیا آپ ان کے حلم کے بارے فرما رہے ہیں فرمایا نہیں وَاللّٰہِ بَلْ فِیْ عَدْلِہٖ اللہ کی قسم وہ عدل میں (بھی یکتا تھے) (منہاج السنہ)

رعایا کی داد رسی : سیدنا معاویہؓ روزانہ جامع مسجد بنی اُمیہ دمشق میں بیٹھ جاتے ۔عوام کو آزادی سے اپنی شکایات پیش کرنے کا موقع دیتے جس میں بلا استثناء ، ضعیف و کمزور عورتیں بچے دیہاتی اور لاوارث سبھی اپنی اپنی شکایات پیش کرتے اور سیدنا معاویہؓ اسی وقت انکی شکایات کے تدارک کا حکم دیتے ۔ اور اکابر صحابہ ایسے خلیفہ کو اَحْلَمُ لِلْمُلْکِ وَاَخْلَقُ بِالْمُلْکِ ۔ کیوں نہ فرمائیں رضی اللہ عنہم ۔

حلم و سخاوۃ : نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا :
مُعَاوِیَۃُ اَحْلَمُ میری اُمت میں سب سے زیادہ حلم والے

اَحْلَمِىْ وَ اَجْوَدُھَا (حماۃ الاسلام ص۷۱) بُردبار اور سخاوت کرنے والے معاویہؓ ھیں ۔

اسی طرح سیدنا ابن عباسؓ سے سیدنا معاویہ کے اوصاف پُوچھے گئے تو اُنہوں نے فرمایا۔ ان کا حلم غصّہ کے لئے وبالِ جان تھا اور انکی سخاوت زبانوں کا قفل تھی۔ ان کی حکومت کے استحکام کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ دِلوں کو جوڑنا جانتے تھے ۔

سادگی : آپ ایک دفعہ کسی مجمع میں تشریف لے گئے آپ کے جانے پر لوگ تعظیماً کھڑے ہوگئے آپ نے اس فعل کو خلاف سُنّت سمجھتے ہوئے لوگوں کو سختی سے اس بات سے منع کیا اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ "جو آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کے لئے تعظیماً کھڑے ہوا کریں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے "

لباس میں اس قدر سادگی تھی کہ اس میں کئی کئی پیوند لگے ہوتے اور آپ وہی پہنے دمشق کے بازاروں میں نکل آتے ۔(البدایہ بحوالہ سیدنا معاویہؓ شخصیت و کردار)

سیدنا معاویہؓ کی نماز : سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے شام والوں سے فرمایا : مَا رَأَیْتُ اَشْبَهَ صَلَاۃً بِصَلَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ اَمَا هٰذَا یَعْنِیْ مُعَاوِیَةَ ۔ (منہاج السنہ)

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ کسی کی نماز ملتی جلتی نہیں دیکھی بجز معاویہؓ کے ۔

ازواج و اولاد : آپ نے متعدد شادیاں کیں مگر دو ازواج کے بطن سے اولاد ہوئی سیدہ فاختہ بنت قرظہ نہایت متقیہ اور پاکباز خاتون تھیں ، اُن کے بطن سے دو بیٹے "عبداللہ" اور "عبدالرحمٰن" پیدا ہوئے ۔ عبدالرحمٰن تو بچپن میں ہی انتقال کر گئے ۔ مگر عبداللہ آپ کی وفات تک زندہ رہے تاریخ میں ان کے حالات کی تفصیل نہیں ملتی ۔

دوسری زوجہ محترمہ سیدہ میسون بنت بحدل نہایت صالحہ اور عبادت گزار خاتون تھیں ۔ اُن کے بطن سے دو بیٹیاں "امۃ رب المشارق" اور "رملہ" اور ایک بیٹا "یزید" پیدا ہوئے ۔ یہی وہ "یزید" ہے جسے تاریخ نے سب سے بڑی متنازع شخصیت قرار دیا ہے ۔ لیکن اُسی تاریخ میں یہ بھی تحریر ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ پر سیدنا معاویہؓ نے "یزید" کو اپنے بعد خلیفہ نامزد فرمایا۔ سیدنا معاویہؓ کی وفات کے بعد صحابۂ کرام کی اکثریت نے

یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اُسے خلیفہ تسلیم کر لیا۔ ۵۲ھ میں کئی جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر مسلمانوں نے یزید کی قیادت میں قسطنطنیہ پر حملہ کر دیا۔ اور بشارتِ نبوی کے مستحق ٹھہرے۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا ارشادِ گرامی ہے :

اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِی یَغْزُوْنَ مَدِیْنَۃَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّھُمْ۔ (صحیح بخاری جلد ۱ صہ۴۱۰)	میری اُمت کا پہلا لشکر جو مدینۂ قیصر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا اس کے لئے اللہ کی طرف سے مغفرت ہے۔

"مدینۂ قیصر" کسے کہتے ہیں :

حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں "مدینۂ قیصر" کا لفظ آیا ہے بعض اسلاف نے اس کی بھی وضاحت و صراحت کی ہے۔

ملاحظہ فرمائیں ــــ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

یَعْنِی اَلْقُسْطُنْطُنِیَّۃُ (یعنی قسطنطنیہ) فتح الباری جلد ۶ صہ۷۵)

علامہ عینی فرماتے ہیں : لِاَنَّ الْمُرَادَ بِھَا اَلْقُسْطُنْطُنِیَّۃُ۔

اِس سے مراد قسطنطنیہ ہے)

دیگر مؤرخین و اسلاف کی اکثریت نے بھی یہی لکھا ہے کہ "مدینۂ قیصر" سے مراد شہرِ قسطنطنیہ ہے۔ اس وضاحت کے بعد یہ وہم بھی زائل ہو جاتا ہے کہ مدینۂ قیصر سے کون سا شہر مراد ہے۔ مغفرت کی اِس بشارتِ نبوی سے مشرف ہونے کے لئے جلیل القدر صحابۂ کرام (جن کو قرآن کریم کی زبانی رضاءِ الٰہی کا شرف حاصل ہو چکا تھا اور کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی ــ (کہ تمام صحابہ سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا) جیسی عظیم خوشخبریاں سُن چکے تھے پھر بھی اِس جنگ میں شریک ہوئے جن میں عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور میزبانِ رسول ابو ایوب انصاری اور ریحانۃ النبی سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے اکابر شامل ہیں۔

چنانچہ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں :

کَانَ اَوَّلُ مَنْ غَزَا مَدِیْنَۃَ قَیْصَرَ یَزِیْدُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ وَمَعَہٗ جَمَاعَۃٌ مِنْ سَادَاتِ الصَّحَابَۃِ	مدینۂ قیصر پر سب سے پہلے یزید بن معاویہ نے حملہ کیا تھا اور اس کے ساتھ اکابر صحابہ کی ایک جماعت تھی جیسے ابن عمر ابن عباس ابنِ

كابن عمر وابن عباس وابن الزبير

زبیر اور ابوایوب انصاری (رضی اللہ عنہم)

ایسے ہی علامہ عینی نے بھی تحریر کیا ہے کہ :

ان يزيد بن معاوية غزا بلاد الروم حتى بلغ قسطنطنية ومعه جماعة من سادات الصحابة — الخ

یزید بن معاویہؓ رومیوں کے شہروں میں ان سے لڑتے رہے حتیٰ کہ وہ قسطنطنیہ تک پہنچا اور اسکے ساتھ اکابر صحابہ کی ایک جماعت تھی۔ (پھر وہی نام لکھے ہیں جو پہلے گزر رہے ہیں)

اسی لشکر میں سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :

كان الحسين يفد الى معاوية في عام فيعطيه ويكرمه وكان في الجيش الذين غزوا القسطنطنية مع ابن معاوية يزيد۔

سیدنا حسینؓ ہر سال سیدنا معاویہؓ کے پاس جایا کرتے تھے اور معاویہؓ ان کو انعام و اکرام سے نوازتے تھے اور سیدنا حسینؓ اس لشکر میں بھی شریک تھے جس نے قسطنطنیہ پر یزید بن معاویہؓ کی معیت میں حملہ کیا تھا۔

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں :

اول جيش غزاها كان اميرهم يزيد والجيش عدد معين لا مطلق وشمول المغفرة لآحاد هذا الجيش اقوى۔ الخ

سب سے پہلا لشکر جس نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا اس کے امیر یزید تھے اور جیش عدد معین ہے مطلق نہیں اور اس لشکر کے ہر فرد کے لئے مغفرت ہے اور یہی پختہ بات ہے۔

وفات : سیدنا معاویہؓ اٹھتر ۷۸ برس کی عمر میں شدید بیمار ہوئے، علاج کے باوجود شفایاب نہ ہو سکے چنانچہ ۲۲ رجب ۶۰ھ مطابق اپریل ۶۸۰ء کو امام سیاست خلیفہ راشد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے، انتقال سے قبل اپنے فرزند اور نامزد خلیفہ یزید کے متعلق (جو

اس موقع پر موجود نہ تھا[۱]) کچھ وصیتیں لکھوائیں، اور سیدنا ضحاک بن قیس الفہریؓ اور مسلم ابن عقبہؓ کو وصیت کی کہ یہ یزید کو پہنچا دی جائیں۔ جسے علامہ ابن کثیر نے نقل کیا ہے (دیکھئے البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۹، ۲۳۰)

پھر اہلِ خاندان کو وصیت فرمائی۔ پھر تجہیز و تکفین کے متعلق وصیت فرمائی۔ کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قمیص عطا فرمائی تھی۔ اس کو اسی روز کے لئے میں نے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ آپ علیہ السلام کے موئے مبارک اور ناخن بھی شیشہ میں محفوظ ہیں۔ اسی قمیص میں مجھے کفنانا اور ناخن اور موئے مبارک میری آنکھوں اور منہ میں بھر دینا۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے میری مغفرت فرما دیں گے۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۱۸۲، ناسخ التواریخ صفحہ ۱۱۲ جلد ششم کتاب دوم، تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ ۱۹۸)

وصیت کے مطابق تجہیز و تکفین ہوئی اور صحابئ رسول سیدنا ضحاک بن قیس الفہری رضی اللہ عنہ (گورنر دمشق) نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور دمشق میں نہایت رنج و غم کے ساتھ سپردِ خاک کیا۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون

آپ نے کل ۴۲ برس حکومت کی (۲۲ سال گورنری اور ۱۹ سال چند ماہ خلافت) (الاستیعاب جلد اول صفحہ ۲۶۲)

آپ کی وفات سے امتِ مسلمہ ایک باوقار صاحبِ علم، حلیم و بردبار، کاتبِ وحی، بہترین شاعر، عظیم مدبر کامیاب حکمران، سحر البیان خطیب، پیکرِ شجاعت و بسالت، فقیہہ اور خلیفۂ راشد سے محروم ہو گئی۔ جس نے عرب و عجم میں دین کا بول بالا کر دیا تھا۔ آپ کی شخصیت اس حوالہ سے تمام صحابہؓ میں مظلوم ترین ہے کہ رافضی و سبائی تو آپ کو برا بھلا اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے جھوٹے دھرم کو آپ کے عہد میں پنپنے کا موقع نہ ملا مگر سُنی اور وکیلِ صحابہؓ کہلانے والے بعض ناعاقبت اندیش عالم اور ان کے اندھے مقلد بھی آپ پر جرح و تنقید سے نہیں چوکتے، ناقدینِ صحابہ کو سیدنا معاویہؓ کا مقام و منصب اور دین کے لئے انکی عظیم خدمات، نبی علیہ السلام سے اُن کی محبت، کسی بھی نسبت کا لحاظ نہ رہا۔ اور خوفِ خدا سے عاری ہو کر آپ کو باغی، ظالم بادشاہ، خطاکار اور سخت گناہ گار تک لکھ دیا۔ (استغفر اللہ)

(ملاحظہ ہو "دفاعِ معاویہؓ" مصنفہ قاضی مظہر حسین، چکوال)

---

[۱] ابنِ کثیر نے محمد بن اسحٰقؒ اور امام شافعیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ یزید دمشق ہی میں تھا اور آپ کی نمازِ جنازہ اسی نے پڑھائی۔

بے شرمی کی حد یہ ہے کہ سیدنا معاویہ پر اس تبرّیٰ بازی کے بعد ناقدین نے اپنے حق ہونے پر یہ ڈھونڈی دلیل چسپاں کرتے ہیں کہ ہم انہیں صورتاً ایسا سمجھتے ہیں حقیقتاً نہیں ہے (حوالہ ایضاً) اگر اسی دلیل کو بنیاد بنا کر انہی گالیوں کے آئینے میں ناقدینِ صحابہؓ کو انکی اپنی مکروہ شکل دکھا دی جائے تو ان کی خود ساختہ مشیخت اور خلافت تار تار ہو جائے گی۔ سیدنا معاویہ کو دی گئی مندرجہ بالا گالیاں ہم ناقدینِ صحابہ کی خدمت میں اُلٹا کر انہیں کہتے ہیں کہ آپ خود ظالم، فاسق و فاجر، سخت گناہ گار، اور قرآن ناشناس ہیں۔ صورتاً ہیں حقیقتاً نہیں۔

کاش: صحابہؓ کرام کے بے رحم اور ظالم ناقد مقامِ صحابہ کو قرآن و حدیث کی روسے سمجھنے کی کوشش کرتے۔ مگر افسوس! ہائے افسوس! عجمی سازش و پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر منافق رافضیوں اور سبائیو کی وضع کردہ جھوٹی تاریخی روایات کو قرآن و حدیث پر فوقیت دی، انہوں نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے بزعم خود اپنی نسبت کے حوالے سے اپنے آپ کو شیخ مدنی کا خلیفہ ارشد تو لکھا اور لکھوایا مگر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی سیدنا معاویہؓ کو خلیفہ راشد تسلیم کرنے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ رافضیوں کی تقلید میں اُن پر غلیظ تبرّیٰ کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام، آپ کے جاں نثار صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ کی ازواج و اولاد کی محبت و عقیدت سے منور کر دے اور ہمارا حشر بھی انہی کے ساتھ ہو۔ ناقدینِ صحابہؓ کرام کو شرم و حیاء اور ہدایت نصیب فرمائے۔ اگر اُن کے مقدر میں ہدایت نہیں تو پھر صحابہؓ کرام کے خلاف اُن کی دراز متعفن زبانوں کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دے۔ (آمین)

ہر مسلمان بنیاد پرست ہے

ایک تو یہ بنیاد پرست و بنیاد پرست کا شور اس حقارت آمیز طریق سے اسلام دشمنوں نے بلند کیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی گالی ہے۔ برسلز میں ایک محترمہ خود ولندیزی تو نہ تھی مگر مع زبان کی بہت بڑی صحافیہ تھی ایسی بنیاد پرست بنیاد پرست کی رٹ لگانے لگی میں نے پوچھا آپ کسی مذہب کی قائل ہیں؟ بولی ہاں میں رومن کیتھولک ہوں میں نے کہا تو آپ اپنے مذہب رومن کیتھولک کے بنیادی عقائد و نظریات کو حق اور سچ مانتی ہیں؟ کہنے لگی ہاں اس پر میں نے کہا تو گویا آپ بنیاد پرست مسیحی خاتون ہیں۔ یہ سن کر وہ ہنس پڑی۔ میں نے کہا — ! میں مسلمان ہوں اور مسلمان بھی ایسا ہوں کہ اسلام کے بنیادی نظریات و عقائد کی صحت پر ایمان رکھتا ہوں اس اعتبار سے ہر مسلمان بنیاد پرست ہے اور یہ اس کے لیے فخر کی بات ہے۔ آپ لوگ میرے فخر کو میرے لیے گالی بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ خیر میرا جواب مغرب تدبر اور کاندھوں کے ایک جھٹکے میں ادھر سے اُدھر کر دیا گیا

(پروفیسر مرزا محمد منور)

محمد طاہر رزاقی
لاہور

اگر مرزا غلام قادیانی اس دور میں ہوتا.....!

خدا کی زمین پر لاتعداد عجائبات بکھرے پڑے ہیں۔ لیکن ان میں سے سات عجائبات آفاقی شہرت کے حامل ہیں۔ اور انہیں خدا کی دھرتی پر سب سے بڑے عجوبے تسلیم کیا گیا ہے۔ ان عجائبات عالم میں اہرام مصر، جوپیٹر کا مجسمہ، رہوڈس کا مجسمہ، مقبرہ ہیسیپر ناسو، بابل کے معلق باغات، روشنی کا مینار سکندری، آرٹیس کا معبد (ویانا) شامل ہیں۔ یہ شہکار عجوبے کرہ ارض پر بسنے والے تمام انسانوں کو دعوت نظارہ دے رہے ہیں۔ اور دنیا بھر سے لاکھوں سیاح ہزاروں میل کی مسافتیں طے کر کے اور ہزاروں روپیہ خرچ کر کے انہیں دیکھنے جاتے ہیں۔

منعم حقیقی نے انسان کے ذہن کو غور، فکر، تحقیق، اور جستجو کی عظیم نعمتوں سے نوازا ہے۔ اسلئے انسان ان عجائبات میں بڑی دلچسپی رکھتا ہے اگر کسی گاؤں میں کوئی بھینس چھ ٹانگوں والے بچھڑے کو جنم دے تو ہزاروں لوگ اسے دیکھنے کے لئے دوڑے چلے جاتے ہیں۔ اگر کہیں سے یہ خبر آئے کہ فلاں مقام پر ایک ایسی گائے ہے جس پر اونٹ کی طرح کوہان ہے تو انسانوں کا ایک انبوہ وہاں اکٹھا ہو جاتا ہے۔ انسانوں کے اسی ذوق و شوق کو دیکھتے ہوئے مختلف کمپنیوں نے مختلف عجائبات اکٹھے کر رکھے ہیں اور گلوں گاؤں، شہر شہر گھوم کر یہ عجائبات دکھاتے ہیں اور لاکھوں روپیہ کماتے ہیں۔ کمپنی کے گیٹ کے باہر لاؤڈ سپیکر پر اعلان ہو رہا ہوتا ہے کہ بھائی جان! ایک گدھا دیکھئے جو گدھا بھی ہے۔ ایک انسانی بچہ دیکھئے جس کی تین ٹانگیں ہیں۔ ایک مرد دیکھئے جس کا منہ انسان کا اور دھڑ شیر کا ہے۔ ایک بکرا دیکھئے جو شیر کی آواز نکالتا ہے۔ ایک بھینس دیکھئے جس کے آٹھ تھن ہیں۔ ایک بلی جس کی تین آنکھیں ہیں۔ ایک انسانی بچہ دیکھئے جس کے دو دھڑ ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن آج ہم آپ کا تعارف ایک ایسے شخص سے کراتے ہیں جو کائنات کا سب سے بڑا عجوبہ ہے۔ اس کی شخصیت ایک الجھی پہیلی ہے، اس کا وجود ایک بجھارت ہے، اس کا انگ انگ حیرت ہے۔ اس کا پہلو پہلو سوالیہ نشان ہے اور اسکی ساری زندگی پر اسرار ہے۔ نہ ماضی اس کا ثانی پیش کر سکتا ہے اور نہ حال اس کا ہمسر۔ اور نہ ہی مستقبل اسکا ہم پایہ پیش کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے وہ تاریخ عالم میں واحد اور یکتا ہے اور اس کے سامنے سارے عجوبوں پر طاری سکتہ ہے۔ اس کی سوانح حیات لکھنے والوں کے مطابق یہ شخص نو دفعہ پیدا ہوا۔ پہلی مرتبہ 1839ء، دوسری مرتبہ 1834ء، تیسری مرتبہ 1840ء، چوتھی مرتبہ 1833ء، پانچویں مرتبہ 1836ء، چھٹی مرتبہ 1832ء، ساتویں مرتبہ 1837ء، آٹھویں مرتبہ 1831ء اور نویں مرتبہ 1835ء میں اس شخص نے خود کو خود ہی جنم دیا۔ یہ بیک وقت ماں بھی تھا اور بیٹا بھی، یہ خالق بھی تھا اور مخلوق بھی، نبی بھی تھا اور کرم خاکی بھی، مرد بھی تھا اور عورت بھی، ہندو بھی تھا اور سکھ بھی، عیسائی بھی تھا اور یہودی بھی، بشر بھی تھا اور فرشتہ بھی، چینی بھی تھا اور فارسی بھی! نکات کو ملاتے ملاتے اور اشارات کو پاتے پاتے آپ کے

ذہن میں اس "عجوبے" کی تصویر تو آہی گئی ہوگی۔ جی ہاں! یہ شخص مرزا قادیانی ہے۔ جس نے ہندوستان میں جھوٹی نبوت کا ڈرامہ رچایا اور آج بھی اس کا برپا کردہ فتنہ اپنی تمام تر زہرناکیوں سمیت زندہ ہے۔ لوہان میں یہ سوالات اٹھتے ہیں کہ اس شخص نے اتنے بہروپ کیوں اختیار کیے؟ وہ کیوں نت نئے چہرے سجاتا تھا؟ وہ کون سے مقاصد تھے جن کے حصول کے لئے وہ اتنے پینترے بدلتا اور اتنی قلابازیاں کھاتا تھا؟ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ یہ شخص اقوام عالم کو اپنے گرد اکٹھا کرنا چاہتا تھا اور یہ پوری کائنات کا امام اور قائد بننا چاہتا تھا اور اس کا اعلان تھا کہ خدا نے مجھے تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ (نعوذ باللہ) ۔ اب ذرا ذہن پر زور دے کر اس کے دعووں اور ان کے پیچھے کار فرما مذموم مقاصد کو سمجھئے۔ عیسائیوں کو اپنی جانب کھینچنے کے لئے اس کذاب نے دعویٰ کیا کہ "میں مریم اور عیسیٰ ہوں"۔ یہودیوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لئے اس بہروپیے نے دعویٰ کیا کہ "میں موسیٰ ہوں" مسلمانوں کو گھیرنے کے لئے اس دجال نے دعویٰ کیا کہ "میں محمد رسول اللہ ہوں" (نعوذ باللہ) ہندوؤں کو اپنا ہم نوا بنانے کے لئے اس مفتری نے دعویٰ کیا کہ "میں کرشن ہوں" سکھوں کو اپنا اسیر کرنے کے لئے اس رذیل نے دعویٰ کیا کہ "میں جے سنگھ بہادر ہوں"۔ امراء جو دولت و اقتدار سے مرعوب ہوتے ہیں انہیں ورغلانے کے لئے اس نوسرباز نے دعویٰ کیا کہ "میں گورنر جنرل ہوں" ڈرائیوروں پر اپنی دھاک بٹھانے کے لئے اس جعل ساز نے دعویٰ کیا کہ "میں مجسٹریٹ ہوں" دلیر اور بہادروں کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کے اس چڑی دل نے دعویٰ کیا کہ "میں شیر خدا ہوں" ادیبوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسانے کے لئے کوچہ جہالت کے اس گداگر نے دعویٰ کیا کہ "میں سلطان القلم ہوں"۔ مختلف قوموں اور برادریوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے اس انگریزی گرگٹ نے مختلف ذاتیں اور قومیں اپنائیں۔ کبھی سید بنا، کبھی چینی بنا، کبھی ایرانی بنا اور کبھی مغل بنا۔ تاکہ ہر قوم یہ سمجھے کہ یہ ہمارا فرد ہے اور لوگ جذبہ قومیت کی وجہ سے اس کی جانب کھنچے چلے آئیں گے اور لاکھوں لوگ اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے اور ان کی طاقت و قوت سے وہ معاشرے میں ایک طاقتور مقام حاصل کر لے گا۔ اس دجال اعظم کی سر توڑ کوشش تھی کہ اس کے دعووں کی کمند سے کسی کی بھی گردن محفوظ نہ رہے۔ اور ہر شخص اس کے کسی نہ کسی دعوے کے ناطے اس سے منسلک ہو جائے۔ دعووں کے ڈھیر میں سے چند دعوے پیش خدمت ہیں "ذرا بغور" مطالعہ کیجئے!

"میں پہرہ دار ہوں۔"
"میں سؤر مار ہوں۔"
"میں سپہ سالار ہوں۔"
"میں آریوں کا بادشاہ ہوں۔"
"میں سراجاً منیرا ہوں۔"
"میں غازی ہوں۔"

"میں زمیندار ہوں۔"
"میں چابک ہوں۔"
"میں موتی ہوں۔"
"میں برطانوی مورچہ ہوں۔"
"میں چاند ہوں۔"

"میں سورج ہوں۔"
"میں بیت اللہ ہوں۔"
"میں مدینۃ العلم ہوں۔"
"میں میکائیل ہوں۔"
"میں معجون مرکب ہوں۔"

اب ذرا آپ غور کریں کہ زندگی کے اتنے گوشوں میں پھیلے اور بکھرے ہوئے مرزا قادیانی سے کتنے لوگ وابستہ ہوئے ہیں مثلاً سور مار سے کسان، سپہ سالار سے فوجی، چابک سے کوچوان، موتی سے جوہری، برطانوی مورچہ سے انگریز، مدینۃ العلم سے طلباء وغیرہ وغیرہ۔ اور شاید مرزا قادیانی نے "معجون مرکب" ہونے کا دعویٰ اس لئے داغا کہ اگر کسی سے باقی تمام دعوؤں سے کوئی رابطہ یا تعلق نہ بنے تو ماسٹر دعویٰ "معجون مرکب" تو سب سے زبردستی تعلق پیدا کر لیتا ہے۔ مرزا قادیانی کی مثال اس شکاری کی سی ہے جو کسی خوبصورت مرغابی کو نیلگوں فضاؤں میں اڑتے دیکھتا ہے تو اسے شکار کرنے کے لئے صرف ایک چھرا نہیں مارتا۔ بلکہ اپنے شکار کو یقینی بنانے کے لئے پورا کارتوس اس پر فائر کرتا ہے کارتوس پھٹتا ہے اور چھرے فضا میں بکھر جاتے ہیں باقی چھرے تو ضائع ہو جاتے ہیں لیکن ایک یا دو چھرے مرغابی کو لگتے ہیں۔ مرغابی پھڑپھڑاتی ہوئی زمین پر آ جاتی ہے اور اگلے ہی لمحے شکاری کا خنجر اس کی گردن پر چل رہا ہوتا ہے۔ اس طرح مرزا قادیانی بھی لوگوں کے ایمانوں کا شکار کرنے کے لئے اپنی ارتدادی بندوق میں ایک دعویٰ رکھ کر فائر نہیں کرتا تھا۔ بلکہ سینکڑوں دعوؤں کا کارتوس چلاتا تھا۔ مرزا قادیانی کی ابلیسی انگلی ہلتی اور ارتدادی کارتوس ایک شیطانی قہقہے کی طرح پھٹتا اور اس کے ایمان شکن چھرے اپنے ہدف کی طرف لپک رہے ہوتے اور پھر کسی نہ کسی زہریلے دعوے کے چھرے سے کسی کا ایمان دم توڑ رہا ہوتا۔ مرزا قادیانی کے ان شیطانی دعوؤں کی کہانی 1908ء سے پہلے کی ہے۔ کیونکہ جعلسازوں کا یہ سربراہ اور نوسربازوں کا یہ امام 26 مئی 1908ء کو اپنے جھوٹے دعوؤں کی گٹھڑی سر پر اٹھا کر جہنم پہنچ گیا۔ اب ذہن میں سوال اٹھتا ہے کہ اگر مرزا قادیانی آج کے دور میں ہوتا! تو اس کے دعوؤں کی نوعیت کیا ہوتی؟ اپنے دعوؤں کی دکان کس طرح سجاتا؟ اپنی ارتدادی تبلیغ پر کس طرح روانہ ہوتا؟ لوگوں سے کس طرح ملتا اور ان کو اپنے دام تزویر میں پھنسانے کے لئے کون کون سے حربے استعمال کرتا؟ 1908ء سے آج تک زمانے نے سینکڑوں مسافتیں طے کی ہیں۔ سائنس نے انسانی دنیا اور انسانی زندگی میں ایک حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیا ہے۔ جہاں کل مٹی کے دیئے ٹمٹماتے تھے۔ آج وہاں مرکری بلب ماحول کو بقعہ نور بنا رہے ہیں۔ دریاؤں کو ناقابل تسخیر سمجھنے والا انسان آج تحقیق کے نشتر سے سمندروں کے دل چیر رہا ہے۔ پرندوں کو ہوا میں اڑتا دیکھ کر حیران ہونے والا آج خود ہواؤں میں محو پرواز ہے۔ تلواروں اور لاٹھیوں سے لڑنے والا انسان آج ایٹم بم سے مسلح ہے۔ چھکڑوں میں سفر کرنے والا آج چاند پر قدم رکھ چکا ہے اور مریخ پر کمند ڈالنے کا عزم اپنے سینے میں لئے بیٹھا ہے۔ آج تہذیب و تمدن نے ایک نئی کروٹ لے لی ہے۔ رسم رواج نے ایک نئی دنیا بسالی ہے۔ رہن سہن کے ماڈرن انداز ہیں۔ نت نئے ڈیزائنوں کے لباس ہیں۔ جدید طرز تعمیر کے مکانات اور بنگلے ہیں۔ جدید مواصلاتی نظام ہے۔ سکولوں، کالجوں۔ یونیورسٹیوں اور دفاتر کی ایک بہار ہے غرض یہ کہ انسانی زندگی میں ایک تغیر اور انقلاب آ چکا ہے۔ لہٰذا اگر مرزا قادیانی آج کے دور میں وارد ہوتا تو وہ نئے زمانے کے سانچوں میں ڈھل کے آتا۔ دجل و فریب کے جدید ہتھیاروں سے لیس ہوتا جین کی پینٹ پہنتا۔ پینٹ پر بیلٹ سجاتا۔ رم جھم کی قمیص پہنتا، آکسفورڈ کی ٹائی لگاتا۔ امریکن سٹائل کا کوٹ پہنتا، کوٹ کی جیب میں لال رومال لگاتا، رے بین کی عینک آنکھوں پہ بہار دکھاتی اور راڈو کی گھڑی کلائی پر چمکتی نظر آتی۔ پاؤں میں "انگلش شوز" کا جوتا ہوتا۔ لباس سے چارلی پرفیوم خوشبوئیں

بکھیر رہا ہوتا۔ منہ سے گولڈلیف کا سگریٹ دھواں چھوڑ رہا ہوتا۔ ہاتھ کی انگلی میں ڈائمنڈ کی انگوٹھی چمک رہی ہوتی۔ گلے میں سونے کا لاکٹ لٹک رہا ہوتا۔ اور ہاتھ میں دھوؤں سے بھرا ہوا بریف کیس پکڑا ہوتا اور یوں "گوجیک" اور "سکس ملین ڈالر مین" اسے دیکھ دیکھ شرماتے! لیکن یہ ساری تیاری تو صرف جدید تہذیب کے دلدادہ لوگوں کے لئے ہوتی۔ مرزا قادیانی کو تو پرانی وضع اور پرانی بو دوباش رکھنے والے لوگوں کے پاس بھی جانا ہے اس لئے وہ نئی اور پرانی تہذیب کے اشتراک سے اپنا لباس سیٹ کرتا اور اپنے دعوے کے عین مطابق "معجون مرکب" بن جاتا اور وہ "معجون مرکب" کچھ یوں ہوتی۔ اگر ایک ٹانگ میں جین کی چینٹ پہنتا تو دوسری میں گھیرے دار شلوار. اگر ایک پاؤں میں "انگلش شوز" کا جوتا تو دوسری میں چوہدری شوز کا کھسہ۔ اگر ٹیرھی آنکھوں پر رے بین کی عینک لگاتا تو سر پر پگڑی باندھتا۔ اگر گلے میں ٹائی لگاتا تو کانوں میں "مندراں" بھی ڈالتا اور بریف کیس میں دھوتی بھی رکھتا۔ پھر گلی گلی، کوچہ کوچہ، قریہ قریہ، گاؤں گاؤں پیدل اور جوگنگ کرتے ہوئے اپنی شیطانی تبلیغ میں جت جاتا۔ موجودہ دور میں دجال قادیان کی باتیں، گھاتیں، وارداتیں اور ملاقاتیں کچھ یوں ہوتیں۔ اگر بچوں کے پاس جاتا تو کہتا میں "کھٹی میٹھی" گولی ہوں، اگر زمیندار کے ہاں پہنچتا تو کہتا۔ میں "زرعی ترقیاتی بینک" ہوں۔ اگر طلباء کے پاس پہنچتا تو کہتا. میں "گیس پیپر" ہوں۔ اگر ڈاکوؤں کے گروہ سے ملاقات ہوتی تو کہتا میں "کلاشن کوف" ہوں۔ اگر آوارہ نوجوانوں میں جا بیٹھتا تو کہتا. میں "وی۔ سی۔ آر" ہوں۔ اگر فوجیوں میں جا گھستا تو کہتا میں "F -16" ہوں۔ اگر ہیجڑوں سے ملاقات کرتا تو کہتا. میں "گھنگرو" ہوں۔ اگر حکمرانوں کے ہاں جا ٹپکتا تو کہتا. میں "امریکی امداد" ہوں۔ اگر پہلوانوں کے اکھاڑے میں پہنچ جاتا تو کہتا میں "انوکی" ہوں۔ اگر سرکاری ملازمین سے ملتا تو کہتا میں "مہنگائی الاؤنس" ہوں۔ سائنس دانوں کی محفل میں داخل ہوتا تو کہتا. میں "ایٹم بم" ہوں۔ اگر کرکٹ کے شائقین کے حلقہ میں بیٹھ جاتا تو کہتا میں "تھامسن" ہوں۔ اگر کسی کو ننگے پاؤں دیکھتا تو جھک کے کہتا میں "باٹا کا جوتا" ہوں۔ اگر کسی سائیکل سوار سے ملتا تو لپک کے کہتا میں "ہیرو" ہوں۔ اگر کسی کو حقہ پیتے دیکھتا تو مسکرا کے کہتا میں "گولڈ لیف" ہوں۔ اگر کسی نشہ باز سے ملتا تو گردن گھما کے کہتا۔ میں "ہیروئین" ہوں اگر کٹیا میں بیٹھے کسی غریب کو چولہے میں گھاس پھونس ڈال کر روٹی پکاتے دیکھتا تو سر جھکا کے کہتا۔ میں "سوئی گیس" ہوں۔ اگر کسی تھانہ میں جانے کا اتفاق ہوتا تو کہتا میں "ایم۔ پی۔ اے" ہوں۔ اگر فیشن کی دلدادہ خواتین کے جھرمٹ میں جا گھستا تو کہتا "میں بیوٹی پارلر ہوں"۔ اگر موٹاپے سے تنگ آئے فربہ جسموں کی محفل میں بیٹھتا تو کہتا "میں سلمنگ سنٹر ہوں" اگر کسی انتہائی کمزور اور لاغر شخص سے ملتا تو کہتا "میں خمیرہ گاؤ زبان عنبری جواہر دار ہوں" اگر موسیقی کے پرستاروں کے حلقہ میں وارد ہوتا تو کہتا "میں میڈونا ہوں" ــــــــ لیکن موجودہ دور میں مرزا قادیانی کا دھوؤں کا کاروبار ٹھپ ہو جاتا۔ ہر دعوی تھپڑ کا روپ دھار کے تڑاخ سے اس کے منہ پر واپس آتا۔ لوگ مرزا قادیانی کو بری طرح گھیر لیتے۔ ہر دعوے کا ثبوت مانگتے. ہر دعوے کی عملی صورت کی تصدیق چاہتے۔ لوگوں کا مطالبہ ہوتا کہ اگر تو کھٹی میٹھی گولی ہے تو ذرا داڑھ کے نیچے تو آ۔ اگر ایٹم بم ہے تو چل کے دکھا۔ اگر زرعی ترقیاتی بینک ہے تو پانچ

لاکھ روپے قرض تو دے۔ اگر F - 16 ہے تو فضا میں دو چار قلابازیاں تو لگا! اگر تھامسن ہے تو ہاؤلنگ کا مظاہرہ تو کر، اگر پاؤں کا جوتا ہے تو پاؤں کی زینت تو بن، اگر پجیرو ہے تو چار پانچ سواریوں کو اپنے کندھے پر تو اٹھا۔ اگر کلاشن کوف ہے تو اپنے منہ سے دو چار برسٹ تو نکال۔ لوگوں کے ٹھاہ ٹھاہ جواب سُن کر مرزا قادیانی بڑبڑا اٹھتا۔ سٹپٹا اٹھتا اور چکرا اٹھتا اور اپنے چکرائے ہوئے سر کو پکڑ کے اپنے آپ سے کہتا کہ کیسا ہوشیار زمانہ آگیا ہے! لوگ کس قدر ہوشیار ہو گئے ہیں۔ پہلے زمانے کے لوگ کس قدر سادہ لوح تھے۔ کس قدر مت ماری ہوتی تھی مجھ پر ایمان لانے والوں کی کہ میری چند شعبدہ بازیاں دیکھ کر متاعِ ایمان میرے ہاتھ پر رکھ دیتے تھے اور ان عقل کے اندھوں کو جہاں بٹھا دیتا، بیٹھے رہتے۔ لیکن ان لوگوں پر میری کوئی مکاری۔ عیاری، شعبدہ کاری اور دعویٰ باری اثر نہیں کر رہی۔ لوگوں کے تیور بدل جاتے اور مرزا قادیانی کی گھبراہٹ میں اضافہ ہوتا۔ مرزا قادیانی چکمہ دے کر بھاگنے کی کوشش کرتا لیکن لوگ فوراً اسے دبوچ لیتے اور گھسیٹتے پیٹتے تھانے لے جاتے۔ جہاں اس کے خلاف دعویٰ نبوت کرنے کے جرم میں توہین رسالت ؐ کا مقدمہ درج ہوتا۔ پورے ملک میں احتجاجی تحریک شروع ہو جاتی۔ بپھرے ہوئے عوام سڑکوں پر نکل آتے۔ لوگ حکومت سے مطالبہ کرتے کہ اب تو انگریزی حکومت نہیں۔ اب تو ہم غلام نہیں۔ اب تو پاکستان بن چکا ہے۔ جس کی بنیادیں اسلام سے اٹھائی گئی ہیں۔ اب تو پاکستان میں توہین رسالت ؐ کی سزا قتل نافذ ہو چکی ہے اب انگریزی نبی کا لحاظ کیسا؟۔ اس گستاخ رسول ؐ کو کیفر کردار تک پہنچاؤ۔ اس دشمن اسلام کو تختہ دار پر لٹکاؤ۔ عوام کے پر زور مطالبہ پر خصوصی عدالت میں مرزا قادیانی پر مقدمہ چلتا اور اسے توہین رسالت ؐ اور دعویٰ نبوت کے جرم میں سزائے موت دی جاتی۔ مینار پاکستان کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں پھانسی چڑھانے کا اعلان اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر کیا جاتا۔ اندرون اور بیرون ملک سے لاکھوں لوگ جوق در جوق اسے پھانسی چڑھتے ہوئے دیکھنے کے لئے آتے۔ لاکھوں کے مجمع میں اسے پھانسی چڑھایا جاتا۔ پھانسی کے بعد اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر لپک پڑتا اور جب لوگ اس قائد المنافقین اور پیشوائے مرتدین کو اس کی اصل صورت میں دیکھتے تو بار بار دیکھتے، بغور دیکھتے، سرتاپا دیکھتے اور پھر سبھی کی زبان پر جاری ہوتا۔

خرس کا سر، شکل بندر کی ہے، منہ خنزیر کا
ایک پہلو یہ بھی ہے انسان کی تصویر کا

(مجید لاہوری ؒ)

آپ کے عطیّات : محاسبۂ مرزائیت و رافضیت کی جدوجہد کو تیز تر کرنے کے لئے اپنی زکوٰۃ، صدقات اور عطیات اپنی جماعت مجلس احرارِ اسلام کو دیجئے

بذریعہ منی آرڈر :۔ سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی۔ ملتان

بذریعہ بنک ڈرافٹ یا چیک :۔ اکاؤنٹ نمبر ۲۹۹۳۲ حبیب بنک حسین آگاہی۔ ملتان

شورش کاشمیریؒ

ربوہ

اس نامراد شہر کی ہیبت مٹائے جا
ربوہ غلط مقام ہے اس کو ہلائے جا

سنتا ہوں قادیاں کا جنازہ نکل گیا
اس کا وجود پاؤں کی ٹھوکر پہ لائے جا

گمراہیوں کی پود ہے منعقد زینہ پر
یہ آ گئے ہیں گور کنارے دبائے جا

اپنے خدا سے مانگ محمدؐ سے انتساب
ان کے حضور عشق کے دیپک جلائے جا

آئے گی موت واقعۃً ایک دن ضرور
پھر موت کیا ہے کچھ نہیں غیرت دکھائے جا

ناموسِ مصطفیٰ کا تقاضا ہے ان دنوں
مہر و وفا کے نام پہ گردن کٹائے جا

اسلام سے دغا کا نتیجہ ہے خودکشی
اس پُرفریب دور کے چھکے چھڑائے جا

مت ڈر کسی مسیلمۂ کذاب سے کبھی
ہر ایک دوں نہاد کو راہ سے ہٹائے جا

حکامِ کج نہاد کا اب خوف ہیچ ہے
خوفِ خدائے پاک دلوں پر بٹھائے جا

مرزائیوں سے قطع تعلق ہے ناگزیر
ان کے ہر ایک راز کا پردہ اٹھائے جا

شورش قلم کی خارہ شگافی کے زور پہ
نسلِ نوی کو خوابِ گراں سے جگائے جا

پانچ لاکھ روپے
"حضرت محمدؒ ابنِ حنفیہؒ کے"

فقیر نے اپنے مضمون مندرجہ نقیب ملتان بابت ماہ جون ۱۹۰؁ء میں ص ۲۷ پر حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ کے تذکرے میں لکھا تھا کہ موصوف یزید کے پاس کافی عرصہ رہے وہ آپ کا بے حد احترام کرتا تھا اور آپ سے دینی مسائل پوچھتا رہتا تھا پھر جب آپ رخصت ہونے لگے تو یزید نے آپ کی خدمت میں پانچ لاکھ روپے نقد اور ایک لاکھ روپے مالیت کے تحائف پیش کئے جو آپ نے قبول فرما لئے۔ مفصل نقیب مذکورہ میں دیکھیں۔ یہ بات مشہور ہے کہ پاکستان کے اعوان حضرت ابنِ حنفیہ کی اولاد ہیں اور جناب چکوالی صاحب بھی اعوان ہونے کے ناطے سے حضرت ابنِ حنفیہ رحمہ اللہ کی اولاد میں بھی ہیں۔ جب چکوالی صاحب نے یہ حوالہ پڑھا تو موصوف کے تن بدن میں آگ ہی تو لگ گئی کہ حضرت ابنِ حنفیہ ہاشمی بھی ہوں پھر چکوالی صاحب کے جدِ امجد بھی ہوں اور پھر یزید عبشمی سے جو (بقول چکوالی صاحب) پلید ہے پانچ لاکھ روپے نقد اور ایک لاکھ کے قیمتی تحائف بھی وصول کریں۔ اس پر موصوف نے کافی خامہ فرسائی کی اور دلچسپ شگوفے چھوڑے کیونکہ اس سے تو یزید کی خوبی معلوم ہوئی تھی ـــ ذی علم ناظرین پڑھ کر سر پکڑ لیں گے چنانچہ آپ نے لکھا کہ:

۱۔ "آپ کا یہ لکھنا غلط ہے کہ حضرت ابنِ حنفیہ دمشق مطالعاتی دورے پر گئے تھے

۲۔ ابنِ کثیر سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یزید سے اہلِ مدینہ کی مخالفت (واقعہ حرہ) سے پہلے کہیں وہ یزید کے پاس گئے تھے۔

۳۔ پھر یہ بھی فرمائیں کہ یزید نے حضرت ابنِ حنفیہ کو جو پانچ لاکھ روپے نقد اور ایک لاکھ کے تحائف پیش کئے تھے۔ اگر یہ رقم بیت المال کی تھی تو یہ قوم کی امانت تھی یہ تو ایک رشوت کی صورت ہے۔

۴۔ اور اگر یہ یزید کی ذاتی رقم تھی تو اس نے یہ کہاں سے حاصل کی تھی کیا عادل اور راشد خلیفہ اتنا ہی مالدار ہوتا ہے۔

۵۔ پھر حضرت محمد ابنِ حنفیہ نے اتنی خطیر رقم قبول کیوں کی کیا ان کی زندگی بھی سرمایہ دارانہ تھی۔

۶۔ حافظ ابنِ کثیر نے اس رقم کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

۷۔ یہ روایت بلا سند ہے" ماہنامہ حق چار یار ص۲۹ بابت اکتوبر ۹۰ء

الجواب

چکوالی صاحب ــــ! اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی۔

۱۔ اگر حضرت ابن حنفیہ مطالعاتی دورہ پر یزید کے حالات معلوم کرنے کے لئے از خود دمشق میں یزید کے پاس نہیں گئے تھے تو کیا جتنا عرصہ وہ دمشق میں یزید کے پاس رہے آنکھیں بند کرکے بیٹھے رہے تو پھر موصوف نے اہلِ مدینہ کو کیوں فرمایا تھا کہ میں دمشق میں یزید کے پاس تم سے زیادہ عرصہ رہا ہوں۔ میں نے تو اس میں وہ خرابیاں نہیں دیکھیں جو تم بیان کرتے ہو۔ میرا چشم دید مشاہدہ یزید کے متعلق یہ ہے کہ وہ نمازوں کا پابند تھا۔ وہ نیکیوں کی تلاش میں رہتا تھا۔ سنتِ نبوی ؐ کی پابندی کرتا تھا۔ فقہ کے مسائل پوچھتا رہتا تھا ــــ لطفاً" ناظرین مکمل تفصیلات ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان ماہ جون ۹۰ء ص۲۲ پر دیکھیں تو ناظرین کو جناب چکوالی صاحب کی پہلی بانگی کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

۲۔ یزید نے حضرت ابن حنفیہ سے یہ بھی درخواست کی تھی کہ اس عرصہ میں آپ نے مجھ میں جو خرابیاں دیکھی ہیں وہ مجھے بتا دیں تاکہ میں اُنہیں چھوڑ دوں۔ اس پر حضرت ابن حنفیہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اگر میں تم میں کوئی بُرائی دیکھتا تو تمہیں ضرور آگاہ ہی کرتا۔ لیکن میں نے تو تم میں صرف خیر اور بھلائی ہی دیکھی ہے۔"

(انساب الاشراف جلد ۳ ص۲۷ طبع بیروت)

یہاں ناظرین یہ ذہن میں رکھیں کہ حضرت محمد بن حنفیہ جناب چکوالی صاحب کے جدِ امجد ہیں اور ان کو تو یزید میں صرف خیر اور بھلائی ہی نظر آتی تھی مگر چکوالی صاحب کی نگاہ میں یزید میں صرف فسق ہی فسق نظر آتا ہے۔ حضرت سعدی رح نے شاید چکوالی صاحب کے لئے ہی یہ شعر کہا ہے ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے است | گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

وَلِلّٰهِ فِی خَلْقِهٖ شُئُوْنٌ ــ یہ شاید ایران کے مہذب سبائی عینک کے کرشمے ہیں۔

۳۔ پھر جب حضرت ابنِ حنفیہ رح کو صحیح صورت حال اپنی چشم دید سے معلوم ہوگئی تو آپ نے تفصیل سے وفدِ مدینہ کے ایک ایک اعتراض کا منہ توڑ اور دندان شکن جواب دیا اور تمام زعمی اعتراضوں کو

مُسترد کر دیا۔

۴۔ ابن کثیرؒ سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یزید سے اہل مدینہ کی مخالفت (واقعہ حرّہ) سے پہلے کہیں وہ (ابن حنفیہؒ) یزید کے پاس گئے ہیں۔

جواب (الف)۔ ابن حنفیہ پہلے گئے ہوں یا بعد میں گئے ہوں۔ یزید اگر فاسق و فاجر تھا تو پہلے اور بعد کا کیا فرق پڑتا ہے۔ (ب) اور پھر وفد مدینہ بھی تو واقعہ حرّہ سے پہلے ہی گئے تھے اور ان کو (بن دیکھے ہی) یزید کا فسق بھی نظر آگیا تھا۔ جس کی بناء پر ان لوگوں نے یزید کی مخالفت میں خون خرابہ کیا تھا۔ تو بات کیا بنی یہ تو چکوالی صاحب یزید دشمنی میں محض "سخن سازی" بھی فرما رہے ہیں جو پہلے اور بعد کا فرق نکال رہے ہیں۔ ہائے رے ایرانی محدب سبائی شیشہ۔

۵۔ "یزید نے جو رقم اور مال و منال حضرت ابن حنفیہؒ کو دیا۔ اگر یہ بیت المال کا تھا تو یہ قوم کی امانت تھی، یہ تو ایک طرح رشوت کی صورت ہے۔

جواب :۔ اوّل :۔ اگر قوم کی امانت سے کسی کو رشوت کی رقم دی جائے تو وہ رشوت ہوتی ہے۔ تو اگر کوئی شخص اپنے ذاتی مال سے کسی کو بطور رشوت کچھ دے تو کیا وہ رشوت نہیں کہلائے گی؟

دوم (الف)۔ آپ نے خود دفاع حضرت معاویہؓ ص۱۰۱ پر لکھا ہے کہ کوفہ کے بیت المال سے بحکم حضرت معاویہؓ، حضرت حسنؓ نے ستّر لاکھ روپے وصول فرمائے تھے۔ تو یہ رقم خطیر تھی یا حضرت ابن حنفیہ کے پانچ لاکھ کی رقم خطیر تھی۔ پھر یہ بھی رشوت کی صورت تھی یا نہیں۔ اور یہ رقم بھی قوم کی امانت نہ تھی ——؟

ب :۔ یہ بھی آپ نے ہی لکھا ہے (ص۱۰۱ دفاع حضرت معاویہؓ) کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت حسنؓ کو چار لاکھ درہم یکمشت دیئے تھے، کیا رقم بیت المال کی تو نہ تھی؟ اور کیا یہ بھی رشوت تو نہ تھی؟

ج :۔ اور خود آپ نے بھی اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ حضرت حسنؓ کو دس لاکھ روپے سالانہ دیا کرتے تھے اور حضرت حسن صلح کے بعد دس برس زندہ رہے تو یہ ایک کروڑ روپے بن گئے تو کیا یہ رقم بھی بیت المال کی تو نہ تھی۔ اور کیا یہ رشوت کی صورت تو نہ تھی۔ ؟

د ۔ اور پھر آپ نے ہی اسی صفحہ ص۱۰۱ پہ یہ بھی لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت معاویہؓ نے حضرت حسنؓ

کو تین لاکھ روپے نقد - ایک ہزار قیمتی کپڑے - تیس غلام اور ایک سو عطا کئے - اب جناب ایک ہزار کپڑوں کی قیمت اور تیس غلاموں کی قیمت اور سو اونٹوں کی قیمت جمع کریں تو یہ سب مل ملا کر اڑھائی کروڑ سے زیادہ کی رقم بن جاتی ہے تو یہ تمام مال ومنال مسلمانوں کے بیت المال کا تو نہ تھا اور رشوت کی صورت تو نہ تھی ؟ سچ کہا کسی نے : ۔

حَفِظْتَ شَیْئاً وَ غَابَتْ عَنکَ اَشْیَاءُ ۔

اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ حضرت حسینؓ کو بھی لاکھوں سالانہ کے حساب سے دیتے رہے اور مقررہ وظیفہ دس لاکھ سالانہ تھا جو سیدنا حضرت حسینؓ لیتے رہے اور حضرت معاویہؓ کی زندگی کے بیس برس تک لیتے رہے تو دو کروڑ تو یہ ہوئے اور غیر مقرر عطایا ان کے علاوہ تھے - اب جناب چکوالی صاحب ان رقوم خطیرہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ یہ سب مال بیت المال کا تو نہ تھا اور یہ رشوت کی صورت تو نہ تھی پھر چکوالی صاحب نے ص۱۰۵ اور ص۱۰۶ پر "کروڑوں روپے" کا لفظ لکھا ہے ۔ یہ تو حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ کی بات تھی ۔

وہ اب جگر تھام کر ذرا ۔ ۔ ۔ ———

وفدِ مدینہ کی بات بتائیے کہ مدینہ منورہ سے جو وفد یزید کے پاس دمشق گیا تھا اس کی تعداد امام ابن کثیر نے یوں لکھی کہ : اس وفد میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ اور حضرت عبداللہ بن ابو عمرو حضرمی اور منذر بن زبیرؓ اور اھلِ مدینہ کے "جُمُوعٌ کَثِیرَۃٌ" ۔ بہت سے گروہ تھے ص۲۱۶/۸ تو اگر ان جموع کثیرہ کی تعداد صرف بیس ہی ہو تو تیس ۳۰ نفر یہ ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کو یزید نے ایک ایک لاکھ روپیہ دیا تھا تو تیس ۳۰ لاکھ روپیہ تو یہ ہوا ۔

پھر ابن کثیر نے بھی ص۲۲۱/۸ پر لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ کے آٹھ بیٹے بھی ان کے ساتھ تھے اور یزید نے ہر لڑکے کو دس دس ہزار روپیہ دیا تھا تو یہ اسی ہزار روپیہ بن گیا تو اب چکوالی صاحب صاحب بتائیں کہ یہ تقریباً چوبیس لاکھ روپے جو وفد مدینہ کو دیئے تھے یہ بھی بیت المال کے تو نہ تھے اور کیا یہ بھی رشوت کی صورت تو نہ تھی ۔ فقیر کو افسوس ہوتا ہے کہ چکوالی صاحب کی علمی وسعتِ نظر بہت کم نظر رہے مگر باتیں بڑی بڑی فرماتے ہیں ۔ وائے گر پس امروز بود

نمبر ۸ اب چکوالی صاحب اپنی بات کریں۔ جناب نے جو لاکھوں روپے مالیت کی دو موٹر گاڑیاں (ایک جیپ اور ایک ویگن) رکھ رکھی ہیں۔

اور آپ نے ایک نہ دو۔ بلکہ تین ٹیلیفون لگوا رکھے ہیں ایک اپنے گاؤں موضع بھیں میں جس کا نمبر ہے دوسرا چکوال چکوالی مدنی جامع مسجد میں جس کا نمبر ۲۲۴۲ ہے اور تیسرا ٹیلیفون اپنے رسالہ حق چار یار اچھرہ لاہور میں جس کا نمبر ۴۱۶۱۰۷ ہے اور آپ حضرت مدنی کے "عادل اور راشد" خلیفہ ہیں تو کیا آپ کی زندگی بھی اتنی ہی سرمایہ دارانہ ہے۔ جب کہ آپ کے والد صاحب مرحوم کے پاس تو بائیسکل بھی نہ تھی پھر آپ اس یزید کے منہ آتے ہیں جس کی حکومت تین براعظموں پر تھی۔ مزید حساب کیجئے!

اب ذرا اپنا حساب بھی کیجئے کہ آپ نے اپنی روداد سال گزشتہ میں لکھا ہے کہ امسال آپ کو آٹھ لاکھ پینتالیس ہزار چھ سو نوے روپے نوے پیسے کی آمدن ہوئی ہے۔ اور ایک روداد میں ہی یہ اعلان بھی فرمایا ہے کہ اس سلسلہ میں آخری فیصلہ امیر انجمن غفرلہٗ (یعنی خود ذات بدولت) کا ہوگا۔

تو اس طرح تو اتنی بڑی رقم کے خرچ کے لئے آپ کسی کے سامنے جواب دہ بھی نہیں ہیں بلکہ خود مکمل مختار مطلق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جناب نے اپنے کارکنوں کی ایک رجمنٹ بھرتی کر رکھی ہے جن کو فراخ دلی سے تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ پھر بہترین کاغذ، کتابت، طباعت اور چار یا پانچ رنگے ٹائٹلوں کی سات سات سو صفحات کی کتابیں اور رسالے چھاپے جاتے ہیں۔ نت نئے نمونہ کے سرورق کے ساتھ رسالہ حق چار یار چھپتا ہے۔ تو کیا جناب کے یہ سب الّلے تلّلے آپ کے جد امجد حضرت محمد بن حنفیہ کے پانچ لاکھ لینے سے کیا نسبت رکھتے ہیں۔ جناب حافظ نے کیا خوب فرمایا۔

فقیہ مدرسہ شب مست بود و فتویٰ داد ! کہ مے حرام دلے بہ ز مال اوقاف است

سے شیفتہ وہ دھوم تھی حضرت کے زہد مزید کی۔ میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر ملے۔

جس زمانہ میں فقیر کی چکوالی صاحب سے خط و کتابت تھی تو دو تین جوابی خطوط سے چکوالی صاحب کی علمیت کا اندازہ ہو گیا تھا کہ موصوف کی علمیت محدود ہے اور پھر جوابوں میں بھی خیانتیں اور تلبیس فرماتے ہیں تو فقیر نے بڑی دلسوزی سے چکوالی صاحب کو لکھا تھا۔ کہ اگر صحیح جواب نہ بن سکے تو جو آپ برائے جواب و اعتراض نہ دیا کریں کیونکہ اگر فقیر لکھنے پر مجبور ہوا تو جناب کی بھی ہوا خیزی ہو گی۔

لیکن بصد افسوس ع جس سے ڈرتے تھے وہی بات ہوئی

قارئین کرام اس مضمون کے ساتھ فقیر کے دو مضمون مندرجہ نقیب بابت ماہ نومبر دسمبر ۹۰ء میں ضرور دیکھ لیں تاکہ چکوالی صاحب کی علمیت اور دیانت کے حدود اربعہ آپ کے زیر نظر آجائیں۔

دراصل جناب چکوالی صاحب بنو امیہ دشمنی میں یزید اور دوسرے بنو عبشم کے متعلق خواہ بات بنے یا نہ بنے شگوفے کھلاتے ہی رہتے ہیں اور منجملہ ان شگوفوں کے حضرت ابن حنفیہ کے پانچ لاکھ روپے یزید سے لینے پر اعتراض کا یہ شگوفہ بھی ہے جو درحقیقت دانستہ یا نادانستہ سبائیت نوازی بھی ہے

چکوالی صاحب نے لکھا ہے کہ روایت ابن کثیر نے نہیں لکھی اور یہ بے سند ہے۔ **الجواب** یہ کہاں کا اصول ہے جس روایت کو ابن کثیر نہ لکھے بلاذری لکھے (جو صدیوں ابن کثیر سے متقدم ہے) تو وہ روایت مردود ہے کوئی حوالہ ——— آپ کا یہ لکھنا کہ بلاذری کو آخر عمر میں وسواس کی بیماری ہوگئی تھی۔ بے معنی ہے ثابت کیجئے کہ بلاذری نے انساب الاشراف وسواس کا عارضہ لاحق ہو جانے کے بعد لکھی تھی پھر بے سند روایت کی بات ہے تو فقیر نے آپ سے مطالبہ کیا تھا کہ آپ نے "سلامہ اور احوص" کا شرمناک افسانہ جو حرف اور حرف اپنے زور بازو سے تراشہ تھا وہ بھی بے سند ہے اس کی سند بتایئے پھر یزید کو امیر المومنین کہنے پر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تیس کوڑے لگوائے۔ تھے اس کے صرف دو ہی راوی ھیں نوفل بن ابی عقرب اور یحیٰی ابن عبدالمطلب اور دونوں ہی مجہول ہیں اور پھر حضرت ابن حجر سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کتنی صدیاں درمیان میں واقع ھیں اور پھر اس روایت مجہولہ کو امام ابن سعد نے طبقات ذکر حضرت عمر بن عبدالعزیز میں بالکل ذکر نہیں کیا جبکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا کوئی طویل ترجمہ بیسیوں صفحات پر پھیلا کر لکھا ہے و من ادعی فعلیہ البیان۔ واللہ المستعان۔ تو امید ہے کہ جناب چکوالی صاحب کے مزاج اب درست ہو جائیں گے۔ واللہ ولی التوفیق

چہ غم دیوار سبتی را چو مظہر ہست پشتی بان
چہ غم کشتی سبتی را چو مظہر ہست کشتی بان

هدانا الله وایاکم الی سوی الصراط (آمین)

اسی کا نام دنیا ہے

صوفی عنایت محمد پسروری

ہر چیز کو بکتے دیکھا ہے
ہر چیز یہاں کی بکتی ہے

انسان کی عزت بکتی ہے
ایمان کی عظمت بکتی ہے
چاندی کے کھنکتے سکوں پر
لیلائے محبت بکتی ہے
سینے کا تموّج بکتا ہے
ہونٹوں کی حلاوت بکتی ہے
چاندی کے کھنکتے سکوں پر
دوشیزہ کی عصمت بکتی ہے
وہ گال گلابی بکتے ہیں
وہ ہونٹ عنابی بکتے ہیں
چاندی کے کھنکتے سکوں پر
وہ نین شرابی بکتے ہیں
لیڈر بھی یہاں کے بکتے ہیں
اور لیڈر کی تقریریں بھی
چاندی کے کھنکتے سکوں پر
کچھ زہر بھری تحریریں بھی
اس دور میں ہم نے شاعر کے
افکار کو بکتے دیکھا ہے
چاندی کے کھنکتے سکوں پر
فنکار کو بکتے دیکھا ہے
ہر ایک فسانہ بکتا ہے
ہر ایک کہانی بکتی ہے
چاندی کے کھنکتے سکوں پر
معصوم جوانی بکتی ہے

انساں ہی نہیں اس منڈی میں
ایمان کو بکتے دیکھا ہے
اللہ کو بکتے دیکھا ہے
قرآن کو بکتے دیکھا ہے

درس قرآن کریم : حضرت مولانا سید شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

ضبطِ تحریر : الحاج محمد حسن چغتائی مدظلہ

ہماری جماعتی زندگی کی جان

حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ قیامِ بہاولپور کے دوران باقاعدہ درس قرآن کریم ارشاد فرمایا کرتے ـــــــ یہ درس ۱۶ محرم ۱۳۹۲ ھ بروز جمعۃ المبارک، مسجد فاروقیہ بہاولپور کا ہے ـــــــ اِفادۂ عام کے لئے ھدیۂ قارئین کر رہا ہوں ـــــــ

ـــــــ محمد حسن چغتائی عفی عنہ

ہم بلحاظِ ملت اور اُمت اس بات کا احساس کریں، کہ اللہ تعالیٰ کا مقصد ہمارے وجود سے کیا ہے؟ اور جب ملت اور اُمت ہوتی ہے تو اس کے نتیجہ میں ایک حکومت بن جاتی ہے۔ "وہ مسلمانوں کی" یا "اسلامی" حکومت کہلاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا مقصد قرآن پاک میں بیان کیا ہے۔ ہم بھی الحمدللہ! ایک اُمت ہیں۔ جیسا کہ شاہ سعود نے اعلان کیا ہے کہ ہم اسی نوے کروڑ ہیں۔ آج آسمان کے نیچے کسی اُمت کی یہ تعداد نہیں ہے۔ کسی اور مذہب کے لوگوں کی اتنی تعداد نہیں ہے۔ صبح اسالی اپنی مشہور کتاب "فلسفۃ التشریع" میں لکھتے ہیں کہ یہ تعداد جس میں سب فرقے شامل ہیں ان میں ۷۵ فیصد حنفی المذہب ہیں اور ۲۵ فیصد میں بقایا فرقے شامل ھیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے ایک قدم بھی اپنے ملک سے نہیں اُٹھایا۔ اُن کی کتاب ہے نہ تقریر ـــــــ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ذریعہ چار دانگ عالم میں اسکی فقہ کو پھیلایا اور قانون بھی اسی کا چلتا ہے۔

اس اُمت کی تشکیل کس نے کی ـــــــ؟ کچھ اُمتیں انسانوں کی بنائی ہوتی ھیں اور کچھ اللہ تعالیٰ کی۔ انسانوں کی مختلف پارٹیاں ہوتی ھیں۔ ان کا بھی مقصد ہوتا ہے۔ جیسے مسلم لیگ۔ پیپلز پارٹی، نیشنل عوامی پارٹی۔ عوامی لیگ وغیرہ ـــــــ یہ پارٹیاں اپنے مقصد کو دستور اور منشور سے ظاہر کرتی ہیں۔ جس کے ذریعہ جماعتیں تشکیل پا کر اپنے مقاصد کو عمل میں لاتی ھیں۔ ایک پارٹی خُدائی ہے۔ اس پارٹی کو بنانیوالا خُدا ہے۔ اس کی تشکیل خود خداوند تعالیٰ

نے کی۔ اور اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بنایا۔ "ذٰلك حزب الله" یہ اسلامی دائرے میں جو ایک ملّت بنی ھے، خدا فرماتا ہے کہ یہ میری پارٹی ہے۔ "الا ان حزب الله هم المفلحون"۔ اللہ کی پارٹی دُنیا اور آخرت میں فلاح پائے گی۔ وعدہ، فلاح کا دُنیا، قبر اور آخرت میں۔ پارٹی کے مقاصد پہلے بیان ہو چکے ہیں دوبارہ رابطہ کے لئے بتا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ خالقِ کائنات ہے۔ اُسے کسی ووٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ مقاصد پارٹی لیڈر کی ذات سے نہیں۔ بلکہ تم سے متعلق ہیں کنتم خیر اُمة۔

پارٹیاں پہلے بھی گزری ہیں۔ آدمؑ کے تابعدار، نوحؑ کی ہدایت پر چلنے والے۔ اور اسی طرح سے ہودؑ، صالحؑ شعیبؑ، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام ــــــ اللہ تعالیٰ موازنہ کرتا ہے کہ انسانی پارٹیوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی مختلف پارٹیوں کو دیکھو۔ اُن سب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو بنی ہے وہ خیر اُمت ہے تمام انسانی اور خدائی پارٹیوں سے بڑھ کر درجہ اولیٰ۔ " اُخرجت للناس " لوگوں کے فائدہ کے لئے اسکی تشکیل ہوئی ہے۔ سب سے پہلے سینے پر یہ رقم کر لیا جاوے کہ یہ پارٹی مسلم اور غیر مسلم ہر شخص کے فائدہ کے لئے ہے۔ اِسکا قیام منفعتِ انسانی کے لئے ہوا ہے۔ نہ صرف مؤمنوں کی بہبودی کے لئے، بلکہ بین الاقوامی مفاد ہے فلاح دارین کے لئے۔ امن۔ بین الاقوامی کے لئے منفعت کیا چیز ہے۔ قرآن بین الاقوامی کتاب، حضورؐ بین الاقوامی نبی، اور اُمّت بھی بین الاقوامی ــــــ یہ نکتہ " للنّاس " سے معلوم ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرنے میں سب کی فلاح ہے الی کافة اللناس سے مراد ہے جہاں تک انسان ہے وہاں تک تم پیغمبر ہو۔ (انگریز کا بنایا ہوا پیغمبر کسی کام کا نہیں) قیامت تک انسان ہے تو پیغمبر کی پیغمبری بھی قیامت تک ہے۔ آفتابِ عالم تاب کی موجودگی میں سوئی تلاش کرنے کے لئے چراغ جلانے کی حرکت دیوانگی نہیں تو کیا ہے؟ وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمين "۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کیخلاف جانیوالے " الا رحمة اللعٰلمين " میں حصر کو نظر انداز کرتے ھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو رسالتِ محمدیہ کی تعلیمات میں بند کر دیا ہے۔ جو اِدھر اُدھر ہوگا، رحمت سے نکل کر قہر کے دائرے میں چلا جائے گا۔ قرآنِ حکیم نے اِس بارہ میں "ھدی للناس" بتا کر واضح کر دیا کہ جہاں کہیں انسان ہے اس کے لئے ہدایت اِسی میں ہے۔ وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو۔ انگریز مُردار، اسکی تہذیب، تمدّن، تعلیم، قانون سب مُردار ہے۔ بدبختی ہے اس پر عمل کرنا اور قرآن کو چھوڑنا جس کے لئے للعٰلمين نذيراً: فرمایا کہ قرآن کے ذریعہ اعمالِ بد سے تمام دُنیا کے انسانوں کو ڈرایا جاوے گویا عالمگیری ثابت ہوئی

عالمگیر نفع کی تشریح ، نفع اُمتِ محمدی میں ہزاروں الماریوں سے بہتر ہے ۔ اخرجت للناس تامرون بالمعروف ...... الخ ___ کہ نیکی کو پھیلانا اور بدی کو مٹانا ، یہ اُمت بدی میں اضافہ کرنیوالی نہیں بلکہ سے مٹانیوالی ہے ۔معروفات پھیلانا ، مُنکرات کو مٹانا ۔

مولانا محمد اشرف لائلپوری نے مجھے ایک خط بھیجا ہے ۔ یہ تبلیغی جماعت کے آدمی ہیں ۔ مولانا محمد زکریا سہارنپوری کے یفہ ہیں ۔ تائید اس خط پر مولانا زین العابدین کی بھی ہے ۔ اُنہوں نے خواب کا ذکر کیا ہے کہ :

"چند روشن چہروں والے آدمی ایک ہستی کے گرداگرد جمع ہیں ۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ سب صحابہ ہیں جو حضور اکرمؐ کے گرد جمع ہیں ۔ دریافت کیا کہ جو مصیبت پاکستان پر آئی ہے اس کا کیا ہوگا ؟ حضور اکرمؐ نے دائیں ہاتھ سے پکڑا ، آنسو جاری ہو گئے (عرب کے لوگ پاکستان کی شکست اور قطع و برید کے واقعہ پر آج تک رو رہے ہیں ، لیکن پاکستانی ناچ گانے میں مصروف ہیں اور احساس تک ختم ہے) ۔ پھر حضور اکرمؐ نے توقف کے بعد فرمایا : یہ عذاب ہے اور اس کے اسباب یہ ہیں کہ اس ملک میں میری توہین اور بے عزتی ہوتی ہے ۔ میرے صحابہؓ کی توہین ہو رہی ہے ۔ شراب خوری اور زناکاری عام ہے ۔ پھر فرمایا کہ ان چیزوں کی ضمانت تم دو ' اللہ تعالیٰ سے مکمل کامیابی کی ضمانت میں دیتا ہوں ۔"

عذاب نصف سے زائد پر آچکا ۔ وہ غلامی میں چلے گئے ۔ چھ کروڑ پہلے وہاں ہیں اور اب یہاں صرف پانچ کروڑ باقی ہیں ۔ گویا روپیہ میں دس آنے عذاب میں ہیں ۔ باقی چھ آنے رہ گیا ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون کے عذاب کو آخری وقت کے ایمان پر نہیں ٹالا ۔ کہ اب کیسے ایمان لاتے ہو ۔ "قل یوم الفتح لا ینفع ایمانکم " ایمان کا فائدہ فیصلے کے وقت کوئی نہیں ہوتا ۔ بلکہ دُوسرے عذاب کا انتظار ہوتا ہے ۔

مقصدِ ملّی کا احساس

حکومت کے مقاصد بھی بیان ہوتے ہیں ۔ بُت پرست کہاں پہنچے ، اور خُدا پرست کہاں پڑے ہیں ۔ ہندو مذہب میں شراب ناجائز نہیں ۔ ہندوستان میں ۱۹۷۱ء میں ایک شخص کا زنا و شراب کا واقعہ رونما ہوا تو اخلاقیات کے تحفظ اور پھر زرمبادلہ بچانے کے لئے اُنہوں نے شراب بند کر دیا ہے ۔ میرے قلات[۵] کے زمانہ میں پنجاب کے گورنر وہاں آئے اس وقت کے وزیر اعظم نے عصر کے وقت چائے کی دعوت دی کہ گورنر کے ساتھ بیٹھیں گے ۔ اس نے اصلاح کی غرض سے کہا کہ آجائیے ۔ میں وہاں پہنچا ۔ جتنی دیر میں وہاں رہا ۔ ایجنٹ انگریز وہاں تھا ۔ وہ بالکل نہ بولا ۔ ظریف خاں وزیر اعظم سے میں نے کہا کہ یہ تو چپ بیٹھا ہے ۔ آسمان میں بادل ہو تو شرابی محسوس کرتا ہے کہ ایک دل پر جیسے پہاڑ بیٹھ گیا ___ آپ سب تو آخر مسلمان ہیں ۔

---

۵ مولانا مرحوم ایک زمانہ میں قلات میں وزیر بھی رہے ہیں ۔

وعد اللہ الذین .... فی الارض ــــــــــ

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ وعدہ کیا کہ "جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں، اُن کو دنیا میں حکومت ضرور دوں گا اور ضرور مضبوط کرونگا وہ دین جو اللہ نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔ خوف کے بعد امن عطا کرونگا"

اسلامی حکومت کے مقاصد میں یہ بات ہے اس آیت میں استحکام دین اور اقامت عمل بیان ہوئے۔

.... من بعد خوفهم امنا ــــ بالکل امن وامان ہو۔ چوری، اغوا، وغیرہ سے ــــــ آزاد قبائل میں چوری، قتل، ڈاکہ نہیں۔ قبائلی ایریٹسں میں کوئی قتل ہو جائے تو اور بات ہے۔ ٹیکس کی ادائیگی امن کی قیمت ہے۔ منڈی میں اگر روپیہ دیں اور سودا نہ ملے تو اس سے بڑا کوئی دھوکہ ہے، لگان وغیرہ سب امن کا بدل ہیں جو میسر نہیں۔ اب گارڈوں کے ذریعہ خانہ جنگی اور بڑھے گی۔ الذین ان مکنهم فی الارض اقاموا الصلوٰة..... حکومت کا مقصد نماز کو قائم کرنا (بے نماز کو اب زیادہ ترقی ملتی ہے۔)

فاروقِ اعظم کا ایک فرمان تمام گورنروں کے نام جاری ہوا۔ جو عملِ حکومت ہے۔ "من اهم امركم الصلوٰة .... تم حاکموں کا سب سے بڑا مقصد نماز قائم کرنا ہے۔ جو حاکم نماز ضائع کرے اور چیزوں کو زیادہ ضائع کرنیوالا ہوگا، جو اس کی حفاظت کرے گا وہ دوسرے اُمور کی بھی حفاظت کرے گا" ــــ یہ ایک فقرہ سو صفحوں سے بڑھ کر ہے۔ اقامت الصلوٰۃ میں تمام بدنی عبادتیں اور پھر زکوٰۃ کا حکم جو مالی فرائض کی ادائیگی ہے۔ یہ حکومت کے مقاصد میں ہے کہ امر بالمعروف کرے، نیکی کا حکم دے۔ اب ہماری دُنیا ہی بدلی ہوئی ہے۔ نمازِ جمعہ پڑھانا علاقہ کے حاکم کا کام ہے۔ جیسے صدرِ مملکت، گورنر، ڈپٹی کمشنر، تحصیل کا حاکم ہر جامع مسجد کا امام ہو۔ جنازہ بھی ولی کے بعد اس کا حق پڑھانے کا ہے۔ یہ قانون اُس وقت ختم ہوا کہ جب حکمران بے علم ہوئے۔ حضرت عثمانؓ کو تقریر کی عادت نہ تھی۔ جب خلیفہ ہوئے تو جمعہ آیا تو منبر پر کھڑے ہوئے، ثناء، حمد اور دُرود کے بعد تقریر شروع کی۔ تو کانپ گئے۔ (دراصل بیعتِ خلافت کے فوراً بعد جمعہ آ گیا تھا) فرمایا: کہ حضرت صدیقؓ، فاروقؓ مقرر تھے۔ اور تیاری بھی کرتے تھے، میں نے تیاری نہیں کی۔ صرف ایک فقرہ کہا: "تم نااُمید نہ ہو کہ اس سربراہ اور حکمران کی طرف زیادہ محتاج ہو جو عمل کرنیوالا ہو بہ نسبت اس کے کہ جو زیادہ بولنے والا ہو۔

عیدین کا خطبہ بھی امیر کے ذمہ ہے، جہاں عوام اور حکمران کے درمیان کوئی حجاب نہ ہوگا۔ یہ تکبر ہوگا نہ حفاظت کا انتظام ہوگا۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی تنبیہ کے طور پر فرمایا۔ وللہ عاقبة الامور۔ حکومت کا انجام اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے حکمران کا جو عمل ہو وہ احکامِ الٰہی کے تابع ہو۔

برار مجال بیرسٹر لاہور

یوم مئی کی اہمیت مذہبی اور فصلی ہے

جو شکاگو کے واقعہ سے بہت پہلے مسلّمہ تھی

یکم مئی پوری دنیا میں مزدوروں کے دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اس دن کے منانے میں بڑے جوش و خروش کا مظاہرہ بالخصوص اشتراکی دنیا میں کیا جاتا ہے۔ مغربی دنیا میں بھی مزدور تنظیمیں اس دن کو مزدوروں کے عالمی دن کے طور پر منانے میں پیش پیش ہیں۔ پچھلے چند عشروں میں تیسری دنیا کے ممالک میں اسی دن کو مزدوروں کی نجات کے دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اور انتہائی فراخدلی سے شکاگو کے شہیدوں کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ کہ ان شہیدوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے سرمایہ داروں سے اپنے مطالبات منوا کر دنیا کے تمام مزدوروں کی نہ صرف رہنمائی کی بلکہ ان کے لئے سرمایہ دارانہ نظام کے استحصال سے نجات کی بنیاد فراہم کی ہے۔ لہٰذا یہ دن پوری دنیا میں بلحاظ نظام معیشت اور طرز حکومت مزدوروں کے مفادات کی حفاظت کی جنگ میں ایک اہم سنگ میل کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ اس دن کی موجودہ دور میں اہمیت کے پیش نظر اس بات کا پتا لگانا دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ کیا اس دن اہمیت صرف اور صرف انیسویں صدی کے آخر میں شکاگو کے ایک علاقے ھے مارکیٹ (Hay Market) میں مزدوروں اور مقامی پولیس کے درمیان ایک جھڑپ جس میں دونوں اطراف سے یعنی مزدور اور پولیس والے ہلاک ہوئے تھے کے واقع کی وجہ سے ہے۔ یا یہ دن اس جھڑپ کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے بھی امریکی اور مغربی معاشرہ میں کسی اہمیت کا حامل ہوتا تھا۔

تاریخ کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ قدیم مصری تہذیب میں یہ دن بڑے جوش و خروش سے منایا جاتا تھا۔ موسمی اعتبار سے بہار آنے کے بعد ان علاقوں میں مئی کے مہینے تک گندم کی فصل پک جاتی ہے۔ اس لئے قدیم مصری مذہب میں پہلے مئی کا دن اس لئے منایا جاتا تھا کہ اس دن پیدائش اور افزائش کی دیوی (Goddes OF Ressurrection) دوبارہ دنیا میں آ کر فصلوں کی صورت میں انسانوں کو نئی زندگی کا پیغام دیتی ہے۔ اسی طرح ہندو مذہب میں بھی اس دن کو جوش و خروش سے منایا جاتا تھا کہ اسی دن فصلوں کی دیوی زیر زمین اپنا کام ختم کر کے زمین کے اوپر دوبارہ جنم لیتی تھی۔ اس طرح یونانی اور رومی دیو مالائی مذاہب میں بھی اس دن کو (Goddess Of Ressurrection) کے یوم پیدائش کی طرح منایا جاتا ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب یونانی اور رومی دنیا عیسائیت کے پھیلاؤ کے خلاف بند باندھنے میں ناکام ہو گئی تو اس کے عمائدین نے کمال ہوشیاری سے ظاہری طور پر تو عیسائیت کو بطور مذہب قبول کر لیا لیکن اس کی اصل صورت و شکل کو اس طرح مسخ

کر دیا کہ اپنی تمام پرانی روایات اور رواجوں کو عیسائیت کی چھاپ لگا کر اپنی عملی زندگی کے مستقل حصہ کے طور پر قائم و دائم رکھا۔ مثال کے طور پر انہوں نے اس بات کو عام کر دیا کہ حضرت عیسیٰ کو اپریل کے مہینے میں صلیب پر لٹکا دیا گیا اور صلیب پر تین دن لٹکانے کے بعد ان کی لاش کو لواحقین کے حوالے کر دیا گیا جنہوں نے لاش کی تدفین کر دی ۔ لیکن جب چند دنوں کی بعد حضرت عیسیٰ کے پیرو کار ان کی قبر کی زیارت کرنے کی غرض سے قبر پر حاضر ہوئے تو قبر پھٹ چکی تھی اور حضرت عیسیٰ دوبارہ زندہ ہو کر اس سے باہر نکل کر اپنی قربانی دینے کے صلے میں پوری دنیا پر چھا جانے کی غرض سے روانہ ہو گئے تھے۔ اور تیس اپریل تک وہ روحانی طور پر پوری کائنات پر چھا گئے اور اس طرح یکم مئی کو انہوں نے اپنے باپ یعنی خدا کی مکمل حکمرانی اس کائنات پر قائم کر دی اس طرح عمائدین یونان و روم (Goddess Of Ressurrection) کا نظریہ حضرت عیسیٰ کے وجود کے یعنی دوبارہ زندہ ہونے کے واقع سے قائم کر دیا۔

لہذا جب عیسائی مذہب پورے یورپ میں پھیل گیا تو اسی واقع کی نسبت سے انتہائی مذہبی قسم کے عیسائی اس دن کو منانے کے لئے ۳۰ اپریل کی رات کو کسی درخت کے پاس الاؤ جلا کر ایک دائرے کی شکل میں درخت کے گرد چکر لگا کر عبادت کرتے جسے (Maypool) مے پول کہا جاتا ہے ۔ اور پہلی مئی کو تمام عیسائی اس دن کو یسوع مسیح کی مکمل فتح اور اس کے مقدس باپ کی حکمرانی کے قیام کی خوشی میں میلوں کی صورت میں کوئی جشن منعقد کرتے ۔

یورپی آباد کاروں نے امریکہ میں قدم جمانے کے لئے امریکی اصلی باشندوں یعنی ریڈ انڈین کا قتل عام کرتے جب اپنی نو آبادیاں قائم کیں تو وہ دوسری یورپی قباحتوں کی طرح اس دن کو منائے جانے کا رواج بھی اپنے ساتھ امریکہ لے گئے ۔ پورے عیسائی امریکہ میں اس دن میلے اور جشن منائے جاتے کسانوں اور مزدوروں کی (Rallys) ریلیاں منعقد کی جاتی بینڈ باجے کے ساتھ پریڈ بھی کی جاتی۔

تاریخ دان اس بات پر متفق ہیں کہ موجودہ ریاست ہائے متحدہ کے شمالی حصہ میں جہاں شکاگو واقع ہے ۔ صنعت کاری کا عمل بہت تیز ہو گیا سرمایہ دار کا مقصد زیادہ نفع کمانا ہوتا ہے ۔ اور زیادہ منافع کے حصول میں کم تنخواہ کا طلب گار مزدور ایک بہت اہم اکائی ہوتا ہے ۔ لہذا یہ سرمایہ دار ریاست ہائے متحدہ کے جنوبی حصہ میں کھیتوں میں تقریباً مفت کام کرنے والے سیاہ فام غلام مزدوروں کو للچائی ہوئی نظر سے دیکھتے تھے انہیں معلوم تھا کہ اگر ان سیاہ فام غلاموں کو آزادی مل جائے تو ان علاقوں کے آزاد ہونے کے بعد ان کے آقا ان کا اس حد تک قافیہ تنگ کر دیں گے کہ وہ شمال کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے ۔ جس کے نتیجہ میں انہیں کم تنخواہ پر کام کرنے والے مجبور مزدوروں کی ایک وسیع مقدار میسر آجائے گی ۔ جو نو آزاد علاقوں پر مشتمل ہو گی ۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے بلند اخلاقی دعووں کے ساتھ اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کی جد وجہد شروع کر دی جس کے نتیجے میں امریکہ میں خانہ جنگی شروع ہو گئی ۔ اور جنوب شمال سے شکست کھا گیا ۔ شمالی سرمایہ دار کی امید کے عین مطابق جنوب میں رہنے والے سابق آقاؤں نے تو آزاد شدہ سیاہ فام سابقہ غلاموں کا قتل عام شروع کر دیا اور نتیجتاً یہ سیاہ فام لوگ شمال کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے ۔ تشدد بھوک افلاس اور ظلم کے مارے ہوئے یہ سیاہ فام سابقہ غلام شمالی سرمایہ داروں کی فیکٹریوں میں انتہائی ہتک آمیز شرطوں اور کم تنخواہوں پر کام کرنے کے لئے راضی تھے ۔ لہذا سرمایہ دار ملازمت کے سلسلے میں ان سابقہ غلاموں کو سفید فام مزدوروں پر ترجیح دینا اپنے لئے منافع بخش سمجھتے تھے ۔ اس عمل سے سفید فام مزدوروں کے مفادات مجروح ہوئے جس کے نتیجہ میں انہوں نے جد وجہد شروع کی۔

انہوں نے سابقہ غلاموں یعنی سیاہ فام مزدوروں کو فیکٹریوں اور بندر گاہوں میں ملازمتوں کے خلاف مظاہرے شروع کئے ۔ سفید فام مزدور تنظیموں نے مشترکہ جد وجہد کے تحت سیاہ فام مزدوروں یعنی سابقہ غلاموں پر ملازمتوں کے دروازے مکمل طور پر بند کرنے کے مطالبے شروع کر دئے

۔ انہی مطالبات کو منوانے کے لئے سفید فام مزدور تنظیموں نے اعلان کیا کہ پہلی مئی کو جشن منانے کے بجائے مزدوروں کے مظاہرے ہوں گے۔ شکاگو کے مزدور اور دوسرے شہروں سے آئے ہوئے سفید فام مزدوروں کے نمائندے شکاگو کے علاقے (

نسل پرستوں کی "شہادت سے تیسری دنیا کے مزدوروں کی جدوجہد کا کوئی تعلق نہیں

شکاگو کا واقعہ گورے مزدوروں کے حقوق اور کالے مزدوروں کا استحصال ہے

Hay market) میں اجتماعی مظاہرہ کریں گے۔ مظاہرین میں (Anarchist) انتشار پسند تنظیم کے مزدور بھی شامل تھے جنہوں نے پولیس کو دیکھتے ہی ان پر بم پھینکے جس سے پولیس کے کچھ سپاہی موقع پر ہلاک ہوگئے پولیس نے گولی چلائی جس سے چند مزدور بھی ہلاک ہوئے جس کے نتیجہ میں پورے شمالی امریکہ میں سفید فام مزدور تنظیموں نے مظاہرے کئے اور سرمایہ داروں کو ان کے سامنے ہتھیار ڈال کر ان کے مطالبات ماننے پڑے۔ جن میں مندرجہ ذیل مطالبات شامل ہیں۔

1 کسی فیکٹری میں سفید فام مزدوروں کی تنظیم کی پیشگی منظوری کے بغیر کوئی سیاہ فام مزدور ملازمت حاصل نہ کرسکے گا۔

2 اگر کسی سیاہ فام مزدور کو سفید فام تنظیم کی پیشگی منظوری کے بعد ملازمت دے دی گئی تو اس کی تنخواہ اس قسم کے سفید فام مزدور کی تنخواہ سے آدھی ہوگی

3 نہ ہی سیاہ فام مزدور کو اپنی یونین سازی کی اجازت ہوگی اور نہ ہی اسے کسی سفید فام مزدور یونین کا رکن بنایا جائے گا۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ سوال سامنے آتا ہے کہ شکاگو کے جن نام نہاد شہیدوں کا نام لے کر

اور ان کی قربانیوں اور احسانوں کو گنوا گنوا کر ہمارے اشتراکی دانشوروں کی زبانیں خشک ہو جاتی ہیں کیا انہوں نے واقع ہی اپنی جانوں کا نذرانہ دنیا کے مزدوروں کو استحصال سے نجات دلوانے کے لئے دیا تھا یا اپنے نسلی مفادات کی حفاظت اور سیاہ فام کے

استحصال کی خاطر۔ یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ ان سفید فام پرست نام نہاد مزدوروں نے شکاگو کے اس واقع کے نتیجہ میں سیاہ فام اور تاریخی طور پر مظلوم مزدوروں کے استحصال کے لئے جو مطالبات امریکی سرمایہ داروں سے منوائے تھے وہ ۱۹۲۱ء تک مکمل طور

پر نافذ العمل رہے۔ پہلی جنگ عظیم میں جو سیاہ فام فوجی ہلاکت سے بچ کر واپس آئے تو انہوں نے اپنے اس ننگے استحصال کے خلاف سخت جدوجہد کی جس کے نتیجہ میں ان کی شرائط کار میں کچھ نرمی پیدا ہوئی۔ لیکن آج بھی یہ بات دعوے سے کہی جاسکتی ہے کہ شکاگو کے نسل پرست مزدوروں نے جس کامیابی سے سیاہ فام مزدوروں کے استحصال کی عمارت تعمیر کی بے شمار قربانیوں کے باوجود امریکہ کا کالا مزدور اسے آج تک منہدم نہ کرسکا۔

پیشہ ور اشتراکی دانشوروں اور پیشہ ور مزدور لیڈروں کو راقم کا چیلنج ہے کہ اگر ان میں حقیقت ہے تو ان حقائق کو جھٹلائیں اور اگر جھٹلا نہیں سکتے تو اس حقیقت کو تسلیم کریں کہ شکاگو کے ان نسل پرستوں کی نام نہاد شہادت سے تیسری دنیا کے مزدوروں کی جدوجہد کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

محققِ دوران مولانا حکیم محمود احمد ظفرؔ کی تصانیف
خریدنے کے لئے دفتر "نقیب" مہربان کالونی ملتان سے رجوع فرمائیں!

خادم حسین

زبان میری ہے بات اُنکی

○ —— امریکہ میں ۱۹۹۰ء میں چھ لاکھ عورتوں کی عزت لُوٹی گئی ۔ (ایک خبر)

لبرل، پروگریسو، مغرب زدہ، مذہب بیزار، نام نہاد تعلیم یافتہ انٹرنیشنل گرُگے جواب دیں ۔ کیا وہ یہی کچھ پاکستان میں چاہتے ہیں ۔ ؟

○ —— بیٹے کی بازیابی کے لیئے درخواست کی سزا ، ماں بیٹوں کی تھانے میں مرمت ۔ ایک خبر)

یا اللہ ! یہ ظلم کب تک رَوا رہے گا !

○ —— وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُردو دفتری زبان بن جائیگی ۔ (فخر امام)

جب تک ایچی سن کالج ۔ سینٹ انتھنی ۔ کیتھڈرل ۔ کنونٹ ۔ لاسال ۔ صادق پبلک سکولوں سے انگریز کی روحانی اولاد پیدا ہوتی رہے گی ۔ اردو دفتری زبان نہیں بن سکتی ۔

○ —— عبدالستار خاں نیازی ۔ مولوی محمد خاں شیرانی ۔ قاضی حسین احمد اور اسرارالحق حقانی نے نمازِ ظہر ساجد نقوی کے پیچھے ادا کی ۔ (ایک خبر)

ڈھوم ڈھاڑی ناچتے پھرتے ہیں اُس بازار میں || برسبیل تذکرہ ؟ چھپائے بادا چہار ہیں
اِس خدا کی مملکت میں چار رکعت کے امام || ربِّ کعبہ کی قسم اسلام کے غدار ہیں

○ —— حالات نے پلٹا کھایا تو جام صادق ، وزیرِ اعظم کے خلاف سلطانی گواہ ہوں گے ۔ (بے نظیر)

چنگیز خاں کے لباس سے خون کی بُو آتی ہے ۔

○ —— شریعت وہی نافذ ہوگی جس کی منظوری پارلیمنٹ دے گی ۔ (چودھری شجاعت حسین)

شریعت رائے نہیں مانگتی ۔ اطاعت مانگتی ہے ، چودھری صاحب !

○ —— عید پر نئے کپڑے نہ ملنے پر بچے نے خودکشی کر لی ۔ چھٹی جماعت کے طالبِ علم کے والدین بچے کی خواہش پوری کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے ۔ (ایک خبر)

ماں کے دل سے اُٹھنے والی ہُوک کیا تباہی نہیں لائے گی ؟ سیٹھ کے ذمہ دار جواب دیں ۔

○ —— کمالیہ میں پولیس تشدد سے نوجوان ہلاک کر دیا گیا ۔ بیوی کے لئے دوائی لینے

جا رہا تھا کہ پولیس کے ہتھے چڑھ گیا۔ (ایک خبر)

ایسے لگتا ہے، جیسے پولیس کی شکل میں۔ اللہ کا عذاب پاکستان پر مسلط ہے۔

○—— ایران نے جنوبی عراق میں "شیعہ سٹیٹ" کا منصوبہ بنا لیا۔ ایرانی رضا کار گروہوں کے بھیس میں صدام کے فوجیوں سے جنگ کر رہے ہیں۔ (ایک خبر)

"تقیہ" کے معنی "اپنے مقصد کو چھپائے رکھنا"

○—— یکم جولائی سے پنجاب میں اُردو کو سرکاری زبان کے طور پر رائج کرنے کا فیصلہ۔ (وائس) اور اس کا سرکلر، انگریزی میں جاری کیا جائے گا۔

○—— میری بیگم مردوں سے زیادہ پانچ گنا ذہین ہے۔ (آصف زرداری)

آج کل کوئی جتنا بڑا جھوٹا ہے، اُتنا بڑا "ذہین" ہے۔

○—— طالبات نازیہ حسن کی بجائے حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے کردار کو آئیڈیل بنائیں۔ (انجمن طالباتِ اسلام)

عہدِ حاضر کی لڑکیوں سے کہو،	تم سے پہلے بھی لڑکیاں تھیں بہت
عفت و عصمت و حیا و وف	اُن کے گھر کی یہ لونڈیاں تھیں بہت
تم سے آباد ایک گھر نہ ہوا !	اُن سے آباد بستیاں تھیں بہت

○—— جنگ کلچرل ونگ کے زیرِ اہتمام، رمضان کی ستائیسویں کو " وجد لمحات " نصرت فتح علی خاں اور عزیز میاں قوال شرکت کریں گے۔ (ایک خبر)

کارپردازانِ "جنگ" کی طرف سے لوگوں کو ستائیسویں شب کی بابرکت ساعات سے محروم کرنے کا یک سازشی متبادل شیطانی پروگرام۔

○—— جام صادق نے سندھ میں ۲۹ نئے شراب خانوں کی منظوری دے دی۔ مزید چالیس کی درخواستیں زیرِ غور ہیں۔ (ایک خبر)

○—— عید الفطر پر لاہور میں ۴۲ ہزار شراب کی بوتلیں بکیں، خریداروں میں پولیس اہل کار، ٹی وی پروڈیوسر اور کالم نگار بھی شامل تھے۔

شراب ایکسائز کے اعلیٰ انسپکٹروں کی نگرانی میں فروخت ہوئی۔ (ایک خبر)

دریزہ چین و بدنہاد و بدسرشت و بدگہر
اِس جہانی دور کے یہ دُم کٹے لختِ جگر

دخترِ رَز کے تراشے بندگانِ سیم و زر
ملک کے پیچھے پڑے ہیں کم بخت بنجے جھاڑکر

آج کی تازہ خبر!

○—— پولیس کا سپاہی بوتلیاں پھینک رہا تھا، ڈی ایس پی کا بیٹا نقل کر رہا تھا۔ (ایک خبر)
کوئی نئی بات نہیں۔ ایک جگہ پر وفیسر بوتلیاں پھینک رہا تھا، پرنسپل کا بیٹا نقل کر رہا تھا۔

○—— ہم مذہب کی بنیاد پرست تشریح کے پابند نہیں۔ (بے نظیر)
پھر حضرت فاطمہؓ کو اپنا آئیڈیل کہتے ہوئے شرم آنی چاہیئے۔ جن کا جنازہ بھی رات کے اندھیرے میں اُٹھایا گیا۔

○—— ولی خاں دہلی چلے گئے۔ (ایک خبر)
پہلا سبق یاد ہو گیا ہو گا۔

○—— سابق ڈی ایس پی سمندری کی الوداعی افطار پارٹی میں رقص کی محفل۔ (ایک خبر)
سونے کی پلیٹ میں پاخانے کی پیش کش!

○—— شریعت پارلیمنٹ کے تابع نہیں۔ حکومت دینِ اکبری نافذ کرنا چاہتی ہے۔ (سینیٹر قاضی عبداللطیف)
اللہ اکبر! کیا پھر پیدا ہو گیا ہے۔ جلال الدین اکبر؟

○—— اُردن میں ایک وزیر نے مردوں اور عورتوں کو ایک جگہ بیٹھ کر کام کرنے سے منع کر دیا۔ (ایک خبر)
بنیاد پرست بے بنیاد لوگوں کا پیچھا کرتے رہیں گے۔

○—— جہیز کی لعنت سے چھٹکارا پانے کے لئے دو بہنوں نے خودکشی کر لی۔ (ایک خبر)
حکومت اور کچھ نہیں کر سکتی۔ کم از کم سونا تو دے سکتی ہے۔

○—— ایک ہزار روپیہ عیدی وصول کرنے پر احتجاج۔ ڈرائیوروں نے (پولیس کے خلاف) ٹریفک بلاک کر دی۔ (ایک خبر)
پولیس کا محکمہ ختم کر دیا جائے۔ آدھے جرائم خود بخود ختم ہو جائیں گے۔

○—— افغان جنگ، جہاد نہیں۔ فساد ہے۔ مُلاں اقتدار کے لئے خونریزی کرا رہے ہیں (ولی خان)

لگتا ہے اِس عمرانی شہدے اور سیاسی لُقندرے کو روس کی طرف سے تازہ تازہ راتب ڈالا

○—— تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کو "ایران" اور انجمن سپاہ صحابہ کو "را" سے تخریب کاری کے لئے رقم ملتی ہے۔ (عابدہ حسین)

رفیقوں سے رقیب اچھے جو جل کر نام لیتے ہیں۔

○—— دارالامان ملتان کی سپرنٹنڈنٹ عصمت فروشی اور فحاشی پر مجبور کرتی ہے۔ (فرار ہونے والی چھ لڑکیوں کی ہائیکورٹ ملتان میں درخواست)

○—— بھائی کی حقیقی بہن سے زیادتی۔ (ایک خبر)

○—— نشتر ہسپتال ملتان کے نرسنگ ہوسٹل سے ایک زیر تربیت نرس کا اغوا۔ (ایک خبر)

قاتلانِ آبروئیں ہی کھلے پھرتے رہیں،
کوئی بھی عزّت نہیں محفوظ رہ سکتی یہاں

ہر زمانہ میں شرابی اور زانی مطمئن،
کاش دھرتی پہ اُتر آئیں فضا سے بجلیاں

تحریک تحفظ ختم نبوت کی اہم پیشکش

● عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور ردِ مرزائیت کے سلسلہ کی اہم کتابیں ● جن کی اشاعت سے قادیانی ایوان لرز اُٹھے
● کفر وارتداد اور بے دینی کے اس معاشرے میں ان کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

● مسئلہ ختم نبوت علم و عقل کی روشنی میں (مولانا مفتی محمد یوسف سندیلوی) ۱۸/- روپے ● قادیان سے اسرائیل تک جناب ابو مدثرہ ۴۰/- روپے
● قادیانیوں کو دعوت حق (مولانا محمد عبداللہ) ۲۵/- روپے ● تائید آسمانی در ردِ نشانِ آسمانی مولانا محمد جعفر تھانیسری ۵/- روپے
● اسلام اور مرزائیت (تقابلی مطالعہ) (مولانا محمد عبداللہ) ۱۲/- روپے ● ردِ قادیانیت پر دس کتابچے ۱۰/- روپے

خصوصی رعایت

● کوئی ایک کتاب منگوانے پر ۲۰٪ رعایت ● مکمل سیٹ منگوانے پر ۳۳٪ رعایت اور ● ۱۰۰۰/- روپے کی کتب منگوانے پر ۴۰٪ رعایت اور ماہنامہ نقیب ختم نبوت ایک سال کے لئے مفت جاری کیا جائے گا۔

نوٹ: رقم پیشگی ارسال کریں۔ کتاب رجسٹرڈ ڈاک سے ارسال کی جائے گی۔ ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ہوگا۔

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان
داربنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔ فون ۷۲۸۱۳

ماہنامہ جریدہ "الاشرف" کا عظیم الشان

صولتیہ نمبر

شائع ہوگیا ہے

○ علمائے حق کے مجاہدانہ کارناموں کی روئیداد ○ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی علمی اور عملی کاوشوں کا تذکرہ
○ عیسائی مشنریوں خصوصاً پادری فنڈر کی ابتدائی سرگرمیوں اور اس کی ذلت آمیز شکست کا تفصیلی احوال ○ محترمہ صولت النساء بیگم کا ذکرِ خیر ○ تاریخ کے مدّ و جزر کی کہانی ○ اکابر علماء کے تاثرات ○ دلچسپیوں کا مرقع ○ ایک یادگار دستاویز
○ صولتیہ کے ماضی اور حال کی سرگزشت ○ حجاز کا سفر نامہ
○ رنگارنگ مضامین ○ منتخب نعتیں اور نظمیں

کمپیوٹر کی کتابت

بہترین طباعت

۱۲۸ صفحات کی ضخامت

قیمت صرف ۱۰ روپے

نوٹ:
سو خوش نصیبوں کو یہ نمبر مفت دیا جائے گا، آپ خط لکھیئے۔ ہم قرعہ اندازی کے ذریعہ فیصلہ کریں گے۔

رابطہ کے لئے

ماہنامہ **الاشرف**

۹ محمد مینشن، بلاک ۱۳ بی، گلشن اقبال کراچی ۷۵۳۰۰
فون: ۴۷۹۱۰۲-۳۱

پروفیسر عابد صدیق ۔ بہاولپور

استحکامِ پاکستان اور اُس کے تقاضے

یہ بات بہت واضح ہے کہ کسی بھی نظریے میں قوت محض اس کے عملی مظہر کی وجہ سے ہوتی ہے ۔ جب تک کسی نظریئے کے ظہور کی کوئی شکل موجود نہ ہو وہ نظریہ ، نظریہ کہلانے کا مستحق نہیں رہتا ۔

پاکستان ——— جو ایک نظریاتی مملکت ہے اُس کے استحکام کی صرف ایک صورت ہے کہ اُس نظریئے کی حفاظت کی جائے جو اُس کے وجود میں آنے کا سبب تھا ۔ نظریئے کی حفاظت سے مقصود یہ ہے کہ اِس نظریہ کو عملی زندگی میں جاری ساری دیکھا جا سکے ۔ یعنی اسلام کو ایک معاشرتی قوت اور تمدنی طاقت کی حیثیت سے ظہور پذیر ہونے کے لئے ہم خود کو پیش کریں ۔ اِسلام محض ایک خالی نظریہ کی شکل میں دُوسرے کتابی مذاہب سے کوئی امتیاز نہیں رکھتا ۔ اس کا امتیاز یہ ہے کہ اسلام زندگی میں نافذ ہونے کے لئے آیا ہے ۔

ہماری قوم آج ایک تضاد کا شکار ہے اور وہ تضاد یہ ہے کہ نظریئے اور عمل کا رشتہ کٹ گیا ہے ۔ چنانچہ نہ نظریئے میں قوت باقی رہی ہے اور نہ عمل کے پیچھے کوئی مثبت مقصدِ حیات نظر آتا ہے ۔ اور نتیجتاً پاکستان کا استحکام اور نظریۂ پاکستان ایک کھوکھلے نعرے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے ۔ اور ہم اپنا قومی تشخص ملی وجود اور اسلامی کردار کھو چکے ہیں ۔ شکل و صورت ، لباس ، چال ڈھال ، معاشرتی روابط اور سماجی اخلاق میں کوئی ایسی چیز باقی نظر نہیں آتی جو ہمیں دوسری قوموں سے الگ اور ممتاز کر سکتی ہو اور دیکھنے والا کہہ سکے کہ وہ ایک مسلمان کو ، ایک پاکستانی کو ، یا ایک اِسلامی نظریاتی مملکت کے باشندے کو دیکھ رہا ہے ۔ گویا ہم اسلام کو اپنی انفرادی زندگی میں اپنے خاندان میں ، اپنے معاشرے میں ، اور پھر اپنے ملک میں ، کسی بھی سطح پر نافذ کرنے میں ناکام رہے ہیں ۔ ہمارے ڈرائنگ روم سے آفس تک ، باورچی خانے سے طعام گاہ تک ، ہماری ضرورتوں سے بازار تک اور خود ہم پاؤں سے لے کر سر تک ایک ایسی تہذیب میں رنگے جا رہے ہیں اور رنگے جا چکے ہیں جسے اُس نظریئے سے دُور کا بھی کوئی تعلق نہیں جس کا ہم صبح سے شام تک خالی ڈھنڈورا پیٹتے ہوئے کہے جاتے ہیں کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے ۔

پاکستان کے استحکام کا مطلب اُس نظریئے کو عمل کے ذریعے قوت بہم پہنچانا ہے جس کی خاطر ہم نے اسے

حاصل کیا تھا، بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ خُدا تعالیٰ نے ہمیں جس مقصد کے لئے یہ ملک عطا فرمایا تھا۔

حضرت عثمان ذوالنورین صلح حدیبیہ سے قبل، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر بن کر مکہ تشریف لے جاتے ہیں، تو ایک لنگی باندھے ہوتے ہیں جو نصف پنڈلی تک آتی ہے۔ آپ سے مکہ والے پُوچھتے ہیں کہ عثمان تم نے یہ غلاموں کا سا لباس کیوں پہن رکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے صاحب کو اسی طرح پہنتے دیکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک راستے پر چلتے ہوئے چند قدم سر جُھکا کر چلتے ہیں۔ اور پھر سیدھے ہو جاتے ہیں۔ پوچھا جاتا ہے کہ حضرت یہ آپ نے کیا کیا ——— ؟ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہاں سے گزرے تھے تو اس جگہ درخت تھا جس کی شاخیں راستے پر جُھکی ہوئی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے اسی طرح گزرے تھے، عرض کیا گیا کہ لیکن اب تو وہ درخت نہیں ہے، فرمایا کہ درخت ہو نہ ہو، ہم وہی کریں گے جو ہمارے صاحب نے کیا۔

حضرت حُذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گورنر بن کر جاتے ہیں۔ کھانے کے دوران لقمہ زمین پر گر جاتا ہے، اُسے اُٹھاتے ہیں صاف کرتے ہیں اور کھا لیتے ہیں، عرض کیا جاتا ہے کہ حضرت یہ لوگ ایک عرصے سے بادشاہوں کے ماتحت رہنے کی وجہ سے ایسی باتوں کو ناپسندیدگی سے دیکھتے ہیں تو حضرت فرماتے ہیں کہ کیا میں ان احمقوں کے لئے اپنے صاحب کا طریقہ چھوڑ دوں ——— ؟

اُن حضرات نے جس کو اپنا صاحب سمجھا پھر اسکی ایسی پیروی کی، چنانچہ اُن کے عمل نے ایسی قوت انہیں عطا کی کہ جس کا ذکر کرتے ہی — کمزوروں کے دل قوی ہو جاتے ہیں۔ اب ہم اپنا حال دیکھیں کہ ہم نے کس کو اپنا صاحب بنا رکھا ہے اور جس نظریے کا ہم راگ الاپتے ہیں وہ ہم سے کس عملی زندگی کا تقاضا کرتا ہے ——— ؟

صاف ظاہر ہے کہ جب تک ہم نظریہ و عمل کے اِس تضاد سے باہر نہیں نکل آتے، ہمارا ملی وجود گوناگوں بحرانوں کی زد سے کبھی باہر نہیں آسکتا ——— !

نرخنامہ اشتہارات

ٹائیٹل کا آخری صفحہ سالم ۱۰۰۰/- روپے
ٹائیٹل دوسرا اور تیسرا صفحہ ۸۰۰/- روپے
عام صفحہ (سالم) ۲۰۰/- روپے
" " (۱/۲) = ۲۵۰/ روپے
" " (۱/۴) = ۱۲۵/- روپے

مُستقل مُعاونین کے لئے خصوصی رعایت ہوگی

نقیب ختم نبوت

وجاہت علی سندیلوی
سندیلہ - یوپی (انڈیا)

یہ بھی ایک فن ہے خوشامد کرنا

آج کے زمانے میں جب چمچا گیری ایک باقاعدہ صنعت بن چکی ہے خوشامد کرنا یقیناً ایک فن ہے۔ یہ جہاں منفعت بخش سمجھا جاتا ہے وہاں خطرے سے بھی خالی نہیں ہوتا، اس فن کا بھی دوسرے بڑے فنوں کی طرح مزاج کچھ اس طرح کا ہوتا ہے ؎ یا اپنا گریباں چاک یا دامن یزداں چاک! یہ ایک طرح کی جادو کی ہانڈی ہوتی ہے جو زیادہ تر تو اس شخص کے سر پر گرتی ہے جس کا نام لے کر یہ پھینکی جاتی ہے لیکن کبھی کبھی یہ پلٹ کر اس شخص کے سر پر بھی آ پھوٹتی ہے جو کہ اس کو پھینکتا ہے اور تماشا دکھانے والا مداری خود ایک تماشا بن جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے اپنے خوشامد کرنے والے مصاحبوں سے تنگ آکر اپنے دربار کے دروازے پر اس عبارت کا ایک بورڈ لگوا دیا تھا "یہاں خوشامد کرنا ایک جرم ہے" اس بورڈ کا وہی اثر ہوا جو ہمارے یہاں دفتروں اور کچہریوں میں اس اشتہار کا ہوتا ہے "رشوت لینا پاپ ہے"! بہر کیف خود بادشاہ خوش تھا کہ اس نے اپنے دربار سے خوشامد ختم کر دی ہے۔ ایک شاعر نے دربار میں آکر بادشاہ کے ایک گدھے کی تعریف میں ایک قصیدہ پڑھا۔ کچھ درباریوں نے بادشاہ کو ورغلایا کہ جہاں پناہ یہ علامتی شاعری میں آپ ہی کی شان میں قصیدہ ہے لہٰذا اس ناشدنی شاعر کو دربار کے اصول کی خلاف ورزی کرنے کے جرم میں سزا ملنی چاہیے۔ لیکن بادشاہ منصف مزاج تھا اس نے درباریوں کی بات نہیں مانی اور شاعر کو بہت کچھ انعام و اکرام سے نوازا۔ دوسرے شاعر کو اس واقعے کی خبر ملی تو وہ رشک و حسد سے جل کر کباب ہو گیا اور اس نے ملکہ کے حسن و شباب اور ناز و عشووں کے متعلق ایک قصیدہ دوسرے ہی دن دربار میں حاضر ہو کر سنایا۔ وہ سمجھتا کہ ملکہ کی تعریف کے دام یقیناً ایک گدھے کی تعریف کے داموں سے زیادہ ہوں گے۔ واہ واہ، مرحبا، مکرّر ارشاد، حق گفتی و در سفتی کے نعروں سے درباریوں نے دربار کی چھت اڑا دی، کچھ نعرے لگانے والوں کو شاعر اجرت دے کر بھی لایا تھا۔ لیکن بادشاہ کے کان پر جوں تک نہ رینگی، بلکہ اس کے ماتھے کی شکنوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا، شاعر جب ان اشعار پر آیا ؎

چمن میں جو آکر ٹہلنے لگے	تو بلبل خوشی سے چہکنے لگے
خدا چاپلوسوں کو غارت کرے	مری محنتوں کو سوا ازت کرے

تو بادشاہ نے اس کو ڈپٹ کر روک دیا "خاموش!" اور پھر گرج کر بولا، تمہارے اشعار سے رقابت، بغاوت بلکہ حماقت کی بو آتی ہے لہٰذا حکم دیا جاتا ہے کہ تمہارا منہ کالا کر دیا جائے، اگرچہ اس کے مزید الا کیے جانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور تم کو گدھے پر سوار کر کے شہر بدر کیا جاتا ہے۔ تعمیل ہو تعمیل ہو"

قدرت اللہ کا یہ بے سر دپیر کا لطیفہ سن کر بھولا ناتھ منہ بنا کر بولے "میاں سبحان تیری قدرت!

تم یہ آدھے بلکہ ادھ کچرے قصّے کیوں سناتے ہو۔ آگے کیوں نہیں بتاتے کہ جب ملکہ عالم کو شاعر پر قہر ناگہانی، بلکہ قہر بدگمانی کا علم ہوا تو اس نے شاعر کو اپنا منہ بوٹ پالش سے صاف کرنے کے واسطے اپنے خاص حمّام سے سونے کے ڈبّے میں ایک عدد صابن اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ وہ دوسرے شہر پہنچ کر بادشاہ کی منظورِ نظر ایک لونڈی کے خلاف ایک گرماگرم ہجو لکھ کر بذریعہ رجسٹری بھیج دے ...."

بات کاٹتے ہوئے قدرت اللہ کہنے لگے "بھالو ناتھ تمہاری تو وہی مثل ہے کہ ناچ نہ آئے آنگن ٹیڑھا۔ تم میرے لطیفے کو ادھ کچرا کہتے ہو۔ ابھی اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ خوشامد کرنا ہر نتھو، بدّھو کے بس کی بات نہیں۔ اس کے کرنے کے لیے نہ صرف صحیح موضوع انتخاب کرنا ضروری ہے بلکہ موقع محل اور ممدوح کا مزاج اور موڈ کو بھی دیکھنا پڑتا ہے۔"

خوشامد کے یوں تو معنی ہوتے ہیں کسی کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بولنا اور اس کے چھوٹے موٹے بہت سے عناصر ہمارے معاشرے کے رسوم اور مجلس آداب میں ایسے گھل مل گئے ہیں جیسے کہ ہمارے گھوسی کے دودھ میں پانی۔ یعنی ہم اس کے وجود سے بے خبر بھی نہیں ہیں لیکن خوش ہو کر ہم اسے پیتے اور اپنے خون پسینے کی کمائی سے اس کے دام دیتے ہیں اور اس کے لیے اپنے گھوسی صاحب کو اپنا محسن بھی سمجھتے ہیں، کوئی شاعر صاحب اپنے بے ہنگم کلام سے ہمارے کانوں میں زہر گھولتے ہیں تو ہم اخلاقاً یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ آپ کے اشعار ہمارے کانوں میں شہد کی بوندیں ٹپکا رہے ہیں۔ کوئی صاحب مان نہ مان میں تیرا مہمان، کے طور پر ہمیں زبردستی اپنا میزبان بنا دیتے ہیں تو ہم مرزا غالب کے ہم نوا بن کر یہ شعر پڑھنے لگتے ہیں ؎ وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے۔ کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

سچ پوچھیے تو چھوٹی چھوٹی خوشامد ہمارے معاشرے کی رواداری اور خوش اخلاقی کی مشین میں تیل کا کام دیتی ہے اور ہم اسے فن برائے فن نہیں بلکہ برائے ضرورت استعمال کرنے پر لاچار ہو جاتے ہیں اکبر الہ آبادی نے اس صورت حال کا صحیح اندازہ لگایا تھا ؎

ان کے محسن اپنی ضرورت پہ نظر کرتے ہیں گو خوشامد سے بہ ظاہر وہ حذر کرتے ہیں

خوشامد اخلاقیات کے دائرے سے نکل کر ایک دوسرے درجہ کا کاروبار اس وقت بن جاتی ہے جب اسے پیشہ ور لوگ اپنا اُلّو سیدھا کرنے کا ایک آلۂ کار بنا لیتے ہیں۔ اور خوف و فسادِ خلق یا رفاہِ عام کی غرض سے نہیں بلکہ محض اپنی ناجائز مطلب برآری کے لیے یہ لوگ نااہل خوشامد طلبیوں کی جھوٹی تعریف اور توصیف کے ڈونگرے برسانے لگتے ہیں اور صرف باتوں سے طوطا مینا، کوّا، مور، گدھا، ہاتھی، اور گیدڑ شیر بنا دیا جاتا ہے۔ اور فن کا کمال اُس وقت دیکھنے میں آتا ہے جب اُلّو اور خود ممدوح اپنے آپ کو مور ہاتھی یا شیر سمجھنے لگتا ہے۔

ہمارے قصبے کے ایک نوخیز رئیس زادے کو اس کے مصاحبین لارڈ کرزن کہنے لگے۔ یہ رئیس زادے کے ذہن پر کچھ ایسا چھا گیا کہ اس نے ایک انگریز کلکٹر سے اس کو اپنے نام کے طور پر بتا دیا۔ پھر لارڈ کرزن نے پاگل خانے سے کیسے رہائی پائی، یہ ایک دوسری داستان ہے۔

عموماً خوشامد، اقتدار کی مدح سرائی کرتی ہے لیکن طائر اقتدار مرغ باد نما سے بھی زیادہ

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

مجید لاہوری اور نمکدان

میکدے میں ادھار ہے اپنا
کس قدر اعتبار ہے اپنا

میرے سامنے اس وقت طنز و مزاح کے لافانی شاعر "مجید لاہوری" کا "نمکدان" پڑا ہے۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۹ء کا پرچہ "پہلے سال کا چودھواں شمارہ" یہ پرچہ۔ فیملی سائز کے ۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ سرورق پر مشہور آرٹسٹ نجمی کے دو کارٹون ہیں۔ ایک کارٹون میں ایک نمائش دکھائی گئی ہے۔ میاں بیوی وہاں سے گزرتے ہیں نمائش دیکھنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ مگر نمائش کے باہر بورڈ آویزاں ہے۔ "آج کا دن عورتوں کیلئے مخصوص ہے" دونوں داخلے کی ترکیب سوچتے ہیں۔ بیوی اپنا برقعہ اتار کر میاں کو پہنا دیتی ہے۔ اس طرح دونوں نمائش میں داخل ہو جاتے ہیں۔

دوسرے کارٹون میں ایک آدمی سائیکل رکشہ چلا رہا ہے۔ اس پر میاں بیوی اور پانچ بچے سوار ہیں سامان بھی لدا ہوا ہے۔ نیچے تحریر ہے "مگر اس کے باوجود ایک بچہ رہ گیا اس کی جگہ بھی نکالنا پڑے گی --- محکمہ انسداد بے رحمی حیوانات مظلوم انسانوں کی مدد نہیں کر سکتا؟"

کارٹون کے نیچے مجید لاہوری کی نظم: "اے میرے گلشیر خان"

بمبئی میں تھا تو کل تک "یوسف بے کارواں"
اب کراچی میں ملی ہے تجھ کو کپڑے کی دکاں
تجھ میں کچھ پیدا نہیں دیرینہ روزی کے نشاں
تو جواں ہے گردش شام و سحر کے درمیاں
اے میرے گل شیر خاں

نظم کے نیچے "مدیر" کی جگہ "نمک ساز (مجید لاہوری) اور "مدیر مسئول" کی جگہ نمک پاش (رشید بھٹی) تحریر ہے۔ قیمت کی جگہ "حق نمک (چار آنے) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس نمکدان کے اداریئے کا عنوان ہے "عید کے بعد"

"عید آئی اور گزر گئی پھول کھلے اور مرجھا گئے۔ پھول ہمیشہ نہیں مسکراتے گھڑی دو گھڑی کی مسکراہٹ ہی ان کی زندگی ہے۔ زندگی میں مسرتیں کم ہیں اور اذیتیں زیادہ--- قہقہے تھوڑے ہیں آنسو بہت!

عید کے دن عید گاہ میں بڑے لوگ شامیانے کے نیچے بیٹھے تھے اور "چھوٹے آدمی" وہاں جہاں کہیں انہیں جگہ مل گئی۔ عمومی زندگی کا یہ امتیاز کہ ایک "صاحب لوگ" اپنی بیگم صاحبہ اور دو کتوں کے ساتھ پوری کوٹھی میں دندنا رہا ہے اور دوسرا پورے خاندان کا "ورائٹی شو" لئے فٹ پاتھ پر بیٹھا ہے۔ ہمیں عید گاہ میں بھی نظر آیا۔ اللہ کے دربار میں امتیاز ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا۔

کہتے ہیں مہاجرین اور انصار میں لڑائی ہو گئی غلط بالکل غلط! جھوٹ! مہاجرین اور انصار میں کبھی لڑائی نہیں ہو سکتی۔ ان میں کوئی مہاجر ہے نہ انصار! یہ لڑنے والے لٹیرے ہیں وہ اسے لوٹنا چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس کے نام پر گھر بھر لے اس کے نام پر زمین حاصل کر لے۔ وہ ہل جوتے وہ فصل کاٹے اور یہ سمیٹ کر لے جائے۔ کھائے پیئے مزے اڑائے۔ بڑا زمیندار چاہے۔ انصار ہو یا مہاجر اپنے مفاد کے لئے متحد ہے تو پھر تم کیوں لڑتے ہو تم بھی متحد ہو جاؤ جاگیردار تم میں پھوٹ ڈلواتے ہیں تمہیں لڑاتے ہیں۔ تم لڑتے رہو گے وہ پھلتے پھولتے رہیں گے تمہاری لڑائی ان کی زندگی ہے۔ تمہارا اتحاد ان کی موت!

"آپ بجا فرماتے ہیں۔ پاکستان خوشیوں کا گہوارہ بنا ہے۔ کچھ لوگوں کو اپنا نہ ملے۔ روٹی ملے نہ ملے۔ سر چھپانے کے لئے جگہ ملے نہ ملے وہ خوش ہیں۔ وہ خوش رہیں گے۔ وہ آپ کی تجوریاں دیکھیں گے آپ کی بلڈنگیں دیکھیں گے۔ آپ کی کاریں دیکھیں گے۔ آپ کو سلام کریں گے اور خوش رہیں گے۔ اگر قربانی کرنی ہے تو غریبوں کے لئے اپنی

ان آسائشوں کی قربانی کیلئے ساڑھے پینتیس روپے کا مینڈھا قربان کر کے آپ نے اللہ پر احسان کر دیا۔ اور سمجھ رہے ہیں کہ آپ نے قربانی کی۔ یہ قربانی نہیں اللہ کے حکم کی نافرمانی ہے۔

آگے چل کر چند مضامین کے بعد "آنسو گلشن بہار" کی ایک نظم ہے نمک پارے اس کے چند شعر یہاں نقل ہیں۔

پروردگار ایسا دل شیر خوار دے
ڈبوں کے دودھ پر جو مہینوں گزار دے
باجی پکاری ساتھ کے کمرے سے چیخ کر
قیمہ جو بھن چکا ہے تو ہنڈیا اتار دے
اے بے نیاز مجھ کو سکوں دے قرار دے
گر کوفتے نہیں ہیں تو چٹنی اچار دے
بکری کی پوری ٹانگ ملی ہے کہیں سے آج
بلی کو چوری چوری کوئی جا کے تار دے

ایک جگہ "کان نمک" کے عنوان سے مجید لاہوری کے نام خطوط دیئے گئے ہیں۔ خطوط لکھنے والے ہیں سید عطاء اللہ شاہ بخاری، محمد فاضل (ایڈیٹر رہنما راولپنڈی) اعجاز علی نیال اور خواجہ افتخار الدین

خواجہ افتخار الدین اپنے خط میں رقم طراز ہیں۔

"اڑھائی برس کے بعد سمندر پار سے سرزمین پاک پر آیا جوں ہی ہمارا جہاز ساحل پاک پر آکر لنگر انداز ہوا۔ دل بلیوں اچھلنے لگا اور اپنے خواب کی تعبیر دیکھنے کے لئے بے چین سا ہو گیا۔ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کا پایہ تخت اور یہ حال!

یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ جدھر دیکھو بے پردگی نہیں بلکہ "بے باکی" رقص کرتی نظر آتی ہے رنگین تتلیاں اِدھر اُدھر پھدک رہی ہیں۔ فیشن طرازیاں اپنے پورے جوبن پہ ہیں شانوں پر بال بکھرے ہوئے سرخی سے لب لعل اور پوڈر سے گال گلگوں کئے۔ سینہ تان تان کر یوں چل پھر رہی ہیں جیسے شکار خود شکاری کی تلاش میں ہے۔ یہ قوس قزح میں ڈوبی ہوئی ساڑھیاں اور رنگیں غرارے بھڑکیلی اور چمکیلی قمیضیں اور گلے میں لٹکائے یہ مہین بلوریں جارجٹ کے دوپٹے آخر کیوں پہنے جا رہے ہیں؟ کیا کراچی پاکستان کا پیرس تو نہیں بن گیا ہے۔ سینماؤں میں ان کی بھرمار اور تفریح گاہوں میں ان ہی کا جمگھٹا ہے۔ ڈراموں اور بسوں میں یہ دعوت نظارہ دیتی ہیں۔

یاالٰہی! یہ گھر کی شمعیں رونق محفل کیوں کر بن گئیں۔ یہ ساری آرائش و نمائش کیوں ہے؟ کیا اسلامی تہذیب و تمدن کا یہی تقاضہ ہے۔ جو دختران اسلام پورا کر رہی ہیں؟ کیا یہی وہ آزادی ہے جس کے حصول کے لئے نوجوانوں نے اپنی جانیں تک لٹا دیں کیا یہی وہ آزادی ہے جسے حاصل کرنے کے لئے ہم ہزاروں معصوم بچوں کی جانیں کھو بیٹھے اور لاکھوں جوانوں کا خون دیا۔ لاکھوں عورتوں کا سہاگ اجڑا اور کروڑوں کی جائیداد تباہ ہو گئی۔ کیا ان تمام جاں کاہیوں اور قربانیوں کا ثمر یہ ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ آزادی نہیں بے راہروی ہے کاش کوئی میری ان ماؤں اور بہنوں سے کہے کہ مشرق میں رہ کر مغرب کی جانب نہ دیکھو نسوانیت کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ نہ بنو۔ "خاتون پاک" کا مثالی کردار اختیار کرو۔

میں نے "نمکدان" کا پورا پرچہ پڑھ ڈالا کہیں کوئی ایسی لچر اور فحش تحریر نظر سے نہیں گزری جیسی تحریریں آج کل کے ایرے غیرے ڈائجسٹوں کی زینت ہیں۔ بلکہ اگر آج کے دور اور اس دور کا مقابلہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے۔ کہ آج سے اکتالیس سال پہلے جو رسائل و اخبارات چھپتے تھے۔ ان کی ظاہری شکل و صورت چاہے ویران ہی کیوں نہ ہو مگر انکی تحریر میں ایسی شگفتگی پائی جاتی تھی کہ جس میں علم و ادب کی تشنگی دور کر پناہ لیتی۔

اور آج کل جو جرائد اور رسائل اشاعت پذیر ہیں۔ وہ صرف نظروں کو متحیر کر سکتے ہیں۔ باقی ذہنی نشوونما اور علمی، ادبی تجسس کے اطمینان کا کوئی سامان ان میں نظر نہیں آتا صرف مغربی تہذیب کی نمائندگی اور فحاشی و عریانی کا پرچار آج کے اخبارات کا مطمع نظر ہے۔ آج کل کے رسائل و جرائد جنس زدہ عورتوں کی تصویروں کے بتکدے اور بازاری ادب کی دکانیں سجانے میں مصروف ہیں۔

اور پھر خصوصاً طنز و مزاح کے حوالے سے جو مشرقی اور مقامی رنگ مجید کے نمکدان میں ملتا ہے۔ وہ بالکل طبع زاد ہے اس کی تحریروں میں سو برس بعد بھی کوتاہی نہیں ملے گی۔ ہمارے آج کے مزاح میں کتنے ہیں؟ جو نظم و نثر اس مہارت اور روانی سے پیش کر سکیں۔ اسلوب نیال ایجاد ایزاد غرض

سب کچھ اپنی ہی ٹکسال سے ڈھلا ہوا نکالیں۔ غیر زبانوں کے لٹریچر سے مانگے تانگے کی تکنیک اور مواد سے یکسر بے نیاز ہوں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مجید لاہوری کسی انجمن ستائش باہمی کے ممبر نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ادب و انشاء کے نام نہاد ایوانوں میں ان کا نام سنائی نہیں دیتا۔ ان پر کام کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جا رہی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مجید لاہوری کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"میں بہت خوش ہوں کہ آپ کا قلم ان فواحشات سے پاک ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اسے ترقی دے۔ ہم اسے گھر میں بھی پڑھ لیتے ہیں رہی آپ کی کراچی میں مکان نہ ملنے کی شکایت --- تو کراچی والوں نے کوئی ایسا مکان نہیں بنایا جس کے دروازے سے آپ داخل ہو سکیں

• مجید لاہوری مرحوم فربہ جسم کے مالک تھے۔

شورش کاشمیری اپنی "نور تن" میں کہتے ہیں:۔

"احسان دانش کسی شہر کے مشاعرے کا ذکر کر رہے تھے۔ کہ وہاں ترقی پسند نوجوانوں نے شراب میں بہک کر مذہب پر حملے شروع کئے۔ ان کی گستاخیاں حضور کے دامن سیرت تک آ پہنچی تھیں۔ مجید نے فوراً ٹوک دیا۔ اس وقت وہ شراب میں چور تھا۔ اس نے خبردار کا نعرہ بلند کیا اور اشتمالی شاعر مہر بلب ہو کر رہ گئے۔ احسان صاحب کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجید رات بھر روتا رہا اور چیختا رہا --- "ان بد زبانوں کی اتنی جسارت ہو گئی ہے کہ حضورؐ پر زبان درازی کریں۔ انہیں معلوم نہیں۔ یہ اسلامی معاشرہ ہے یہاں اسلامی حکومت ہے۔ ہم مسلمان ہیں لاکھ گنہگار سہی۔ شرابی سہی۔ لیکن ہمارے سامنے انہیں ژاژخائی کا حوصلہ کیونکر ہوا؟ ہم قیامت کے دن حضورؐ کو کیا منہ دکھائیں گے؟ ہم عاصیوں کے واحد سہارا وہی ہیں۔ ان کی شفاعت ہی تو ہمارے کام آئے گی ورنہ ہماری بخشش کا سرو سامان ہی کیا ہے؟"

مجید لاہوری ترقی پسند شعراء سے ہمیشہ ہی برگشتہ رہا۔ اس کا بیان تھا کہ اشتمالی شاعروں کی کیمپ میں توحید و رسالت کے لئے احترام نہیں اللہ کو گالی دینا ہو تو مشیت پر طعن کرتے ہیں۔ رسالت کے خلاف کھل کے کہہ نہیں سکتے کہ مسلمانوں کے جذبات کی گرفت سے ڈرتے ہیں لیکن تنہائی میں تعریض کرنے سے نہیں چوکتے کوئی ٹوک دے تو سہم جاتے ہیں۔

اسد ملتانی کہتے ہیں۔

ظاہراً موٹے نظر آئیں مگر ہوں پلپلے
معتبر بننے کی خاطر سو چلائیں سلسلے
کوئی تو ٹھیکہ اڑائے اور کسی کو مل ملے
اور پھر جب اس پر بھی لگائیں نعرہ ہل من مزید
یاد آتا ہے مجید؟

شوکت تھانوی نے مجید لاہوری کو یوں خراج تحسین پیش کیا ہے:۔

مجید اگر کبھی کسی کی ٹوپی اچھالنے پر مجبور ہوا ہے تو بھی یہ کوشش رہی ہے۔ کہ ٹوپی اچھل جائے مگر کھوپڑی باقی رہے اور میرے ساتھ تو کبھی ٹوپی یا کھوپڑی دونوں میں سے کسی کے اچھلنے والا کوئی واقعہ ہی پیش نہ آیا البتہ یہ ہوتا رہا کہ وہ ہاتھ دھو کر کسی کے پیچھے پڑ گیا اور جس کے پیچھے پڑ گیا ہے اس کے ساتھ سلوک یہ ہے کہ "زبردست مارے بھی تو رونے نہ دے" کہ مجھ کو مجید کے اس شکار پر رحم آگیا میں نے مجید کو لکھ دیا کہ یار ختم بھی کرو بہت ہولی۔ چنانچہ اسی وقت مجید نے یہ قصہ ختم کر دیا سوائے ایک مرتبہ کے جب مجید نے میرے اس قسم کے ایک خط کا جواب یہ دیا تھا کہ میں اس قصہ کو ختم کر دیتا مگر اب کے میں نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ اتنا دلچسپ ہے کہ ان صاحب پر میں اپنی اس تحریر کو قربان نہیں کر سکتا۔ یہ مضمون تو چھپ جانے دو اس کے بعد یہ قصہ ختم ہوا۔

ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری کی رائے میں "مجید لاہوری" ان معدودے چند لوگوں میں سے تھے جو دوسروں پر ہنسنے کے ساتھ خود اپنے آپ پر بھی ہنسنے کی صلاحیت اور استعداد رکھتے تھے۔

اور آخر میں "مجید لاہوری" خود اپنی زبان میں:

میری محفل میں کبھی آ نہ سکے گی دنیا
لاکھ ڈھونڈے گی مجھے پا نہ سکے گی دنیا
میں بہت دور بہت دور چلا جاؤں گا
اس جہاں میرا گھر جہاں جا نہ سکے گی دنیا
شوق سے مجھ کو وہ ٹھکرائے مگر میرے بعد
دوسرا مجھ سا کوئی لا نہ سکے گی دنیا

کریما چچا کی دُعا

مجید لاہوری مرحوم

کریما چچا نے یہ مانگی دُعا

تری ذات ہے سرورِ اکبری
میری بار کیوں دیر اِتنی کرے

تُو اوّل تو مجھ کو وزیری دِلا　　وزیری نہیں تو سفیری دِلا
سفیری نہیں تو مُشیری دِلا　　"کہ ہستم اسیرِ کمندِ ہوا"

مَیں گنے کا رس ہوں تُو فریاد رس

تُو بیڑی کو چاہے "رکونڈر" کرے
تو "موٹر کلینر" کو "لیڈر" کرے

مَیں مُفلس ہوں تو مجھ کو زردار کر　　جو زردار ہیں اُن کو نادار کر
مَیں "بے کار" ہوں مُجھ کو "باکار" کر　　"تُو ہی عاصیاں را خطا بخش بس

کریما چچا نے یہ مانگی دُعا
تو "بخشا" نے آمین اِس پہ کہا

مومنین اہل سنّت والجماعت کیلئے ایک عظیم علمی تحفہ

کتاب نمازِ پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم

جس میں

دلکش ترتیب۔

- اُردو خواں حضرات کیلئے مدنی تحفہ جس کی افادیت مسلمہ ہے۔
- امام ابوحنیفہؒ کی علمی عظمت، فلسفیانہ اندازِ استدلال اور سنت سے والہانہ وابستگی کی ایک جھلک۔
- مسائل قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور آثار صحابہؓ سے مدلّل۔
- پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی نماز کی واضح تصویر
- مستند مآخذ، علمی سرمایہ، عام فہم اندازِ بیان۔

تالیف: الشیخ محمد الیاس فیصل مدینہ منورہ

تقدیم: الشیخ محمد شفیق اسعد

ہر اچھے بک سٹال سے یا براہِ راست ہم سے طلب کریں

سُنّی پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۷۶۶ لاہور

قیمت ۰۰/۵۱ روپے

شعبہ کتب مدرسہ معمورہ اور شعبہ تعلیم النساء "بستان حمیرا" میں

داخلہ شروع ہے

الحمدللہ گزشتہ برس سے مدرسہ معمورہ کے شعبہ کُتب میں ابتدائی درجہ کی تدریس جاری ہے۔ خواہش مند طلبا جلد رابطہ کریں۔ داخلہ محدود ہے، مقامی طلباء کو ترجیح دی جائے گی۔

علاوہ ازیں:

بچیوں کا مدرسہ "بستان حمیرا" بھی گزشتہ سال سے قائم ہے، جس میں مقامی بچیاں، قرآن کریم حفظ و ناظرہ، پرائمری اور اُردو دینی نصاب کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔

بچیوں کے لئے بھی داخلہ محدود ہے ——— صرف مقامی بچیوں کو داخلہ دیا جائے گا۔

۱۵ شوال سے داخلہ شروع ہے

فون: 72813

ناظم:۔ مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان

Monthly
Ph: 72813
NAQEEB-E-KHATM-E-NUBUWWAT
Regd No. L8755.
Multan.
Vol. 2
5 No.

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

جامع مسجد ختم نبوت

دار بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان

زیر اہتمام: تحریک تحفظ ختم نبوۃ (شعبہ تبلیغ) عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان

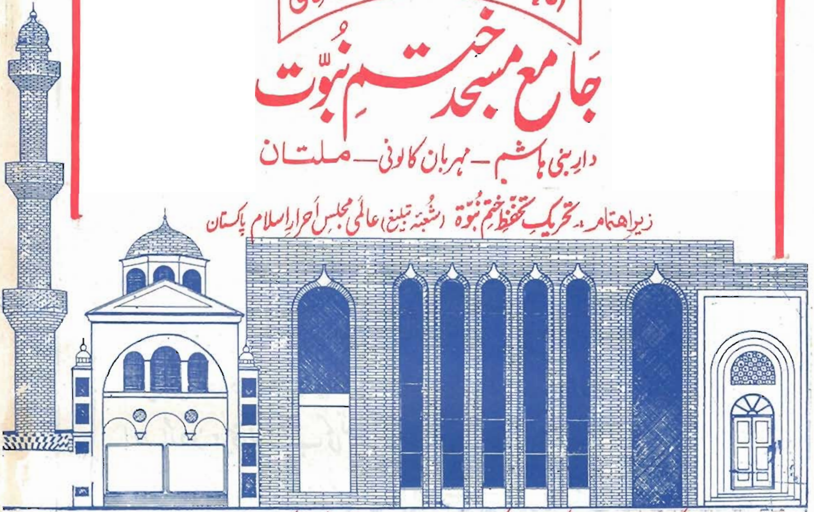

مسجد کی چھت مکمل ہو چکی ہے بقیہ تعمیر کی تکمیل میں بھرپور حصہ
لیں، نقد یا سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرمائیں

ترسیل زر کے لئے

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

دار بنی ہاشم - مہربان کالونی - ملتان

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان